کتاب و سنت اور اسلافِ اُمّت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

# اشرف الجرائد حیدرآباد

Volume:14 Issue:1 January 2021

مُدیر
مولانا محمد عبدالقوی

اِدارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.iauth.in

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

# آئینۂ مضامین



اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ

# درسِ قرآن



# خدا! مجھے حوصلہ دے، اپنے کو آئینہ دکھاؤں!

مولانا محمد عبدالقادر فرید قاسمی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا
مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (سورۃ تحریم:۶)

**ترجمہ:** اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت کڑے فرشتے مقرّر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

**تشریح:** حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں صالح معاشرہ کی تشکیل کے لئے بہت سی ہدایتیں نازل فرمائی ہیں جن پر عمل کر کے ایک مثالی معاشرہ وجود میں آسکتا ہے، نیز ہر اس برائی کا ذکر فرمایا ہے جس سے اجتناب کر کے معاشرہ کو بداخلاقی کی گندگی سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے، جب معاشرے کو صالح بنانے کی ہدایتیں بھی موجود ہیں اور معاشرہ میں بگاڑ پیدا کرنے والی باتوں کا ذکر بھی ہے تو پھر مسلم سماج مغربیت اور اخلاق سوزی کی طرف کیوں گام زن ہے، جس مسلم سماج کے کردار سے متأثر ہو کر لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوا کرتے تھے، انہیں اس معاشرہ کی پاکیزگی اور دیانت داری سے مذہب کی حقانیت کا پتہ چلتا تھا، آج وہ اس معاشرہ کے فساد سے انگشت بدنداں کیوں ہیں؟ حالانکہ جماعتیں، تنظیمیں، ان گنت ادارے، کمیٹیاں، رسائل وجرائد معاشرہ کی اصلاح کے لیے سرگرم عمل ہیں، ان سب کی کاوشوں کے باوجود معاشرہ فطری تہذیب کی طرف لوٹ کر نہیں آرہا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے "اگر لوگ دین کی خاطر جد وجہد کریں گے تو ہم تمہارے لئے ضرور راستے نکال دیں گے" حالاں کہ ہم کو کوئی راستہ نکلتا ہوا نظر نہیں آرہا ہے؛ بلکہ صورتحال "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کی عکاسی کرتی نظر آرہی ہے۔

اگر ہم معاشرہ کی صلاح و بہبود کے لئے قرآنِ کریم میں غور وفکر کریں گے تو پتہ چلے گا کہ معاشرہ کی اصلاح کے باب میں کلیدی کردار انبیاء کرام علیہم السلام کا رہا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ کار معاشرہ کی اصلاح میں اپنے گھر، اپنی اولاد سے ابتدا کرنے کا تھا پھر یہی تربیت یافتہ گھرانے کار نبوت میں معاون، اور سماج کے افراد کے لئے مؤثر ثابت ہوا کرتے تھے، یہ حقیقت ہے کہ جب تک سماج کے سربرآوردہ لوگ اپنی ذات، اپنے گھرانے سے اصلاح اور دینی مزاج پیدا کرنے کی کوشش نہیں کریں گے پورے معاشرہ کی اصلاح کی تمنا رکھنا شاید بے سود ہوگا معاشرہ کی اصلاح کا ایک اہم اصول حضرت اسماعیل علیہ السلام کے وصف خاص کی شکل موجود ہے" وَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ " ایسے ہی حضرت ابراہیم ویعقوب علیہما السلام کا اپنی اولاد کے ایمان کی فکر نے ان کی زبان مبارک سے اپنی اولاد کے لیے یہ تاکیدی حکم جاری فرمایا تھا "لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ " کہ تمھاری موت صرف اسلام پر ہی ہو اس میں بھی رہنمائی ہے کہ اصلاح کی کوشش کا آغاز اپنی اولاد سے ہونا چاہئے، قرآن کا یہ حکم تو بالکل صاف ہے ''اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ'' حضرت یعقوب علیہ السلام کا وصال کے قریب اپنی اولاد کو جمع کر کے یہ سوال کرنا مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے اس طرز عمل کو سامنے رکھ کر ہم سمجھ سکتے ہیں کہ معاشرہ کی اصلاح فرد پر موقوف ہے کہ ہر فرد اپنے کو آئینہ دکھائے، اپنے اندر دینی مزاج پیدا کرنے کی سعی خالص کرے پھر اپنے ماتحتوں پر توجہ دے انشاء اللہ اس کار نبوت کو اپنانے کی برکت سے معاشرہ میں دین کی طرف رغبت اور اسلام کی طرف میلان پیدا ہوگا کیوں کہ کامیاب اصلاح کی کوشش میں گفتار سے زیادہ کردار مؤثر ہوتا ہے، اور اگر معاشرہ کا ہر فرد اپنے سے غافل رہ کر دوسروں کو آئینہ دکھائے گا تو اس کی بات میں وہ تاثیر نہیں ہوگی جو خود عامل بن کر نصیحت کرنے میں ہے اس لئے کہ بات میں قوتِ تاثیر عمل سے پیدا ہوتی ہے اور مؤثر بات ہی جذبہ عمل کا ذریعہ بنتی ہے۔

معاشرہ کے مقتدا لوگ جو امت کے لئے نمونہ ہیں اگر وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اس طرز عمل کو اپنا لیں اور ہماری نوجوان نسل جو معاشرہ کے لئے ریڑھ کی ہڈی کا مقام رکھتی ہے اس کو عملی جامہ پہنا کر اپنی ذات سے اصلاح کا آغاز کر لے تو ہمارا معاشرہ امن وامان کا گہوارہ بنے گا اور پھر قرن اول کی یاد تازہ ہو جائے گی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اصلاح وتربیت کی اس حکمتِ عملی کو اپنانے کا راقم کو بھی حوصلہ عطا کرے اور پوری امت مسلمہ کو بھی۔ آمین



درسِ حدیث

# حلال کمائی کے لیے محنت مزدوری کو عار نہ سمجھیں!

حضرت مفتی ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم *

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: "لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلَهُ، فَيَأْتِيَ الْجَبَلَ، فَيَجِيءَ بِحُزْمَةِ حَطَبٍ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيعَهَا فَيَسْتَغْنِيَ بِثَمَنِهَا، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ، أَوْ مَنَعُوهُ (رواہ ابن ماجہ)

**ترجمہ:** حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا رسی لے کر پہاڑ پر جانا، وہاں سے ایندھن کا گٹھا اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لانا، پھر اسے بیچ کر اس کی قیمت پر قناعت کرنا، اس بات سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگتا پھرے، وہ اسے کچھ دیں یا نہ دیں۔

**تشریح:** معاشرے میں عام طور پر یہ تصور کیا جاتا ہے کہ محنت مزدوری کرنا عیب کی بات ہے، لوگ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بھوک سے مرجھائے ہوئے چہرے، پسینے میں شرابور جسم، چلچلاتی دھوپ میں ہتھوڑا چلانے والے کھردرے ہاتھ اور زندگی کی آسائشوں اور بنیادی ضرورتوں سے محروم مزدور کسی عزت واحترام کے مستحق نہیں؛ کیونکہ ان کے پاس دولت کے انبار اور عیش وعشرت کا سامان نہیں ہے؛ مگر اللہ کے ہاں عزت وعظمت اور قدر و منزلت کا یہ بے معنی اور دنیا دارانہ معیار نہیں ہے۔ اس کے ہاں قابل احترام اور عزت وآبرو والا وہ شخص ہے جو غیرت مند، باوقار، محنتی اور خوددار ہے اور کسی کے ہاتھوں کی طرف دیکھنے کے بجائے اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے اور اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا گوارا نہیں کرتا۔

یہی وجہ ہے کہ متعدد روایتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست سوال دراز کرنے سے منع فرمایا ہے؛ بل کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کیمیا اثر سے صحابہ کرامؓ کی ایسی تربیت ہوئی کہ وہ معمولی چیز بھی کسی سے مانگنے کو مناسب نہیں

* مہتمم دارالعلوم دیوبند

سمجھتے تھے۔ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کون میری ایک بات قبول کرے گا کہ میں اس کے لیے جنت کا ذمہ لوں“، حضرت ثوبان فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: میں قبول کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو“، چنانچہ ثوبان رضی اللہ عنہ جب سواری پر ہوتے اور ان کا کوڑا نیچے گر جاتا تو کسی سے یوں نہ کہتے کہ میرا کوڑا اٹھادو، بلکہ خود اتر کر اٹھاتے۔(ابن ماجہ)

اسی طرح حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کسی نے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے بہتر کھانا کبھی نہیں کھایا۔اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کما کر کھایا کرتے تھے“۔(بخاری شریف)

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو نبوت کے ساتھ بادشاہت بھی عطا فرمائی تھی۔آپ ایک وسیع و عریض اور بہت بڑی سلطنت کے مالک تھے اور عدل و انصاف کے ساتھ حکم رانی فرماتے تھے۔اس شاہی و شہنشاہی کے باوجود سلطنت سے ایک حبہ نہیں لیتے تھے، اپنا اور اہل و عیال کی معاش کا بار بیت المال پر نہیں ڈالتے تھے؛ بل کہ زرہ سازی کے ذریعہ حلال روزی حاصل کرتے تھے۔چوں کہ امور جہاں بانی اور فرائض نبوت کی ادائیگی کے ساتھ اس کام کے لئے وقت نکالنا بہت مشکل تھا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس مشکل کا ذکر فرمایا اور اللہ نے آپ کے لیے اس کو آسان کر دیا۔

وہ اس طرح کہ لوہے کو آپ کے لئے موم بنا دیا۔آپ جونہی لوہے کو ہاتھ میں پکڑتے وہ آگ میں ڈالے بغیر ہی موم کی طرح نرم ہو جاتا۔آپ جس طرح چاہتے اسے موڑ کر کڑیاں بنا لیتے اور ایک دوسرے میں پیوست کر کے فوراً زرہ تیار کر لیتے۔اس صنعت خاص یعنی زرہ سازی اور اس کی ساخت کی حیرت انگیز کیفیت کا ذکر قرآن پاک میں بھی موجود ہے۔

الغرض: انسان کو چاہیے کہ محنت مزدوری کے ذریعہ حلال روزی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔اس میں عار محسوس نہ کرے اور کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچے۔

# پیش گفتار

## انقلاباتِ جہاں واعظ رب ہیں سن لو![1]

از: مدیر

موجودہ دور امتحان اور آزمائش کا دور ہے، اگر یہ دور ہمارے حق میں دس یا بیس فیصد آزمائش کا ہے تو ہماری اولاد، اور نئی نسلوں کے حق میں اَسّی فیصد مشکلات ومصائب کا ہے۔ہم کسی نہ کسی درجہ میں احساس و شعور رکھتے ہیں، ہمیں کچھ نہ کچھ دینی ماحول میسر ہے، ہم مسجدوں سے اور علماء سے جڑے ہوئے ہیں، ہمارے اندر دین کی فکر وخدمت کا جذبہ ہے، ہمیں عقیدہ کے بارے میں بنیادی معلومات حاصل ہیں، ان سب کے باوجود ہم اپنے دین کو خطرے میں محسوس کر رہے ہیں، ایمان بچانے کے لیے حالات کو ناموافق سمجھ رہے ہیں تو ذرا ہماری نسلوں کے بارے میں سوچئے! بدقسمتی سے یا شامت اعمال سے، یا ہماری غفلتوں سے انہیں دین کا وہ شعور بھی نہیں ہے جو کسی درجہ میں ہمیں حاصل ہے۔ پھر ہمیں جو دین کا کچھ شعور ملا ہے اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں، ہمارے بڑوں کا کمال ہے، انہوں نے کچھ نہ کچھ ہمیں دینی فکروں سے جوڑے رکھا ہے؛ لیکن ہمارے بچے ہماری غفلت کی وجہ سے دین سے بہت دور ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ یہاں مسجد میں نماز سے آدھا پونا گھنٹہ پہلے سے تشریف فرما ہوں، آپ کو اس اہتمام کی کوئی ضرورت نہیں تھی، آپ عین اس وقت بھی آسکتے تھے، جس وقت آدھے سے زیادہ مصلی آتے ہیں؛ لیکن آپ کے ضمیر میں دین کا شعور باقی ہے جو آپ کو قبل از وقت مسجد لے آیا؛ مگر ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہمارے 15 سے 25، 30 سال کی عمر کے بچے بھی قبل از وقت مسجد آئیں اور نماز کا انتظار کریں۔ آپ فرق کو سمجھ سکتے ہیں کہ جتنا شعور آپ کو مذہب کا تھا کہ کم از کم جمعہ کی تیاری پہلے سے کی، اچھے کپڑے پہنے، خطبہ شروع ہونے سے پہلے مسجد چلے آئے کیوں کہ آپ کو معلوم ہے کہ امام خطبہ دینے کے لئے منبر پر کھڑے ہونے سے پہلے مسجد آنے والوں میں کسی کے لئے اونٹ صدقہ کرنے کا ثواب، (جس کی قیمت موجودہ زمانے میں تقریباً پچیس ہزار کے آس پاس ہوتی ہے) کسی کے لئے گائے صدقہ کرنے کا

[1] پیش گفتار مدیر محترم مدظلہ کے خطابِ جمعہ کی تلخیص ہے۔

ثواب، کسی کے لیے دنبے اور بکرے کے صدقے کا ثواب، درجہ بہ درجہ اجر لکھا جاتا ہے، اور جب خطیب خطبہ کے لئے کھڑا ہوجاتا ہے تو فرشتے اس رجسٹر کو بند کردیتے ہیں۔ جمعہ کے کچھ آداب اور احکام ہمارے بڑوں نے ہمارے ذہنوں میں بٹھائے تھے تو ہم اب تک عمل کررہے ہیں، ہم نے اپنے بچوں کے ذہن میں یہ باتیں نہیں بٹھائیں تو انہیں یہ فکر نہیں ہے۔ جمعہ کے دن بیان میں نوجوانوں کا صرف بیس فیصد طبقہ حاضر ہوتا ہے، اور وہ بھی وہ طبقہ جسے کچھ دینی شعور ہے یا تو خود سیکھنے اور علم نبوی حاصل کرنے کے شوق کی وجہ سے، یا ماں باپ کے دینی شعور بیدار کرنے کی وجہ سے، ورنہ تو اسّی فیصد طبقہ کو اس بات کی کوئی فکر ہی نہیں کہ قبل از خطبہ مسجد پہونچیں، حال یہ ہے کہ جمعہ کی جماعت کھڑی ہونے کے بعد ہمارے نوجوان گھروں سے نکلتے ہیں، اور ایسے لباس میں جس میں کسی دوست اور معزز آدمی سے ملاقات کو وہ خود بھی گوارا نہیں کرتے، گویا کسی قسم کا کوئی اہتمام ہی نہیں۔ میں مبالغہ نہیں کررہا ہوں جو امت کا حال دیکھ رہا ہوں وہ درددل سے بیان کررہا ہوں، یہ ہماری نسلوں اور ہماری اولاد کا حال ہے۔ جمعہ کیا چیز ہے انہیں کچھ پتہ ہی نہیں۔ صحابہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ جمعہ کی تیاری ایک دن پہلے سے کرتے تھے، بال درست کرتے تھے، کپڑے وغیرہ سب پہلے سے تیار رکھتے تھے، اور جمعہ کی وہ سنّتیں جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں، ان میں سب سے پہلی سنت یہ ہے کہ اور دنوں کے مقابلے میں جلدی اٹھنا، محض اللہ کو دکھانے کے لئے کہ آج آپ کا یہ خاص دربار ہے، اور ہم اس کے لئے تیاری کررہے ہیں۔ ایک طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ تعلیم ہے کہ صبح جلدی اٹھو اور دوسری طرف ہمارا نوجوان ہے کہ جلدی اٹھنا تو درکنار، ماں باپ کے ڈانٹنے کے بعد بیدار ہی اس وقت ہوتا ہے جب خطبہ شروع ہوچکا ہوتا ہے۔ اس قوم کو سربلندی اور کامیابی کا خواب بھی نہیں دیکھنا چاہیئے، جب تک کوئی قوم خود کو نہیں بدلنا چاہتی اللہ کو کوئی پرواہ نہیں ہے کہ اس کے بدلنے کا ارادہ فرمائے، مثبت اعتبار سے بھی منفی اعتبار سے بھی، مَا يَفْعَلُ اللهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللهُ شَاكِرًا عَلِيماً (اللہ کیوں تمہیں بلاؤوں وباؤں، مصیبتوں میں مبتلا کرے گا، اگر تم اس کی توفیق ہدایت کے شکر گزار رہو، اور اس پر ایمان رکھو) یہ ایمان ہماری نسلوں میں ہونا چاہیے۔

اس وقت پوری دنیا میں جو لوگ سمجھدار ہیں، حالات پر کچھ نظر رکھتے ہیں، انہیں اندازہ ہے کہ ساری دنیا کی قومیں ایک مقصد میں متحد ہیں، ایک خیال، ایک فکر، ایک رائے؛ وہ یہ کہ کس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو اس دنیا میں بے امتیاز کردیا جائے؟ کس طرح ان کی شناخت ختم کردی جائے؟۔ ہم پہلے وضع قطع سے پہچانے جاتے تھے ہماری وضع قطع ختم کردی گئی، ہمارے لباس کو مٹاکر برسوں بیت گئے، ہم کلچر سے پہچانے جاتے تھے، کلچر ہمارا ہی نہیں تمام اقوام کا مٹادیا گیا اور گلوبلائیزیشن کے فتنہ کے تحت سب کو ایک شکل، ایک کپڑا،

ایک لباس میں لانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی گئی، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توقع یہ رکھی تھی کہ دنیا کی سب قومیں اس فتنہ کے سیلاب میں بہہ جائیں گی، پر میری امت نہیں بہے گی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے امید رکھی تھی، لیکن ہم ان امیدوں پر پانی پھیرنے کا کام کررہے ہیں، نفس کو خوش کرنے، زمانے کے دھارے میں بہنے، دولت کی ریل پیل اور تعیش عالم دیکھنے کے لئے ہم اپنے محبوب نبی سے بے وفائی کررہے ہیں۔

باوفا بننے کی کوشش کیجئے! کچھ محنت کیجئے تاکہ نئی نسل سو فیصد توحید پر قائم ہوسکے، سو فیصد عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُن کے قلوب معمور ہوسکیں، یہ سو فیصد قرآن کریم کی عظمت اور اس کے کتاب الٰہی ہونے اور اسی کتاب کے ذریعہ نجات ملنے کا یقین رکھے۔ ہمیں اس وقت تین محنتیں کرنی ہیں:

(۱) عقیدۂ توحید کو راسخ کرنے کی محنت۔ (۲) عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دلوں کو معمور کرنے کی محنت۔

(۳) قرآن کریم ہی سے عزت ملنے، اور دنیا وآخرت میں اسی سے نجات کے یقین کی محنت۔

ان تین بنادی باتوں پر ہمیں محنت کرنا ہوگا عوام اپنی اولاد پر محنت کرے، اور جنہیں اللہ نے دین کی محنتوں کا شوق دیا ہے، علم سے نوازا ہے، اور اسے امت تک پہونچانے کی فکر عطا فرمائی ہے، اس طبقہ (علما و دُعاۃ) کو اس وقت پوری توجہ اور پوری خیر خواہی کے ساتھ قوم کے نونہالوں کو مومن کامل بنانے کے لئے تیار ہوجانا چاہیئے، کیوں کہ پوری دنیا میں عموماً اور ہمارے اس ملک میں خصوصاً وہ پالیسیاں مدون کی جاچکی ہیں، وہ بل پارلیمنٹ میں منظور ہوچکے ہیں جو ہماری روحانیت اور ایمان کے لیے موت کا پیغام ہیں، ہم تو خواب خرگوش میں ہیں، ہمیں نہیں پتا ہے کہ کیا ہورہا ہے؟ دو روٹی اور دو بوٹی سے زیادہ ہمارا کوئی مقصد نہیں، بچے اچھا پڑھ لیں، قابل ہوجائیں، نوکری مل جائے، کمپنی جوائن کرلیں، ایک باپ کا یہی جذبہ ہوتا ہے اور ہونا چاہیئے، ایک ماں کے دل میں یہی سوغات ہوتی ہے اور ہونی چاہیئے، لیکن اس اعتبار سے بھی سوچنا چاہیئے کہ کیا ہماری کامیابی اور ناکامی کا تعلق صرف اس دنیا سے ہے، دینار و درہم سے ہے، دوٹکوں دوپیسوں سے ہے، یا ہماری حقیقی کامیابی کسی اور چیز سے بھی وابستہ ہے؟ آخرت کے حوالے سے، قبر کے حوالے سے، اور خدا کے سامنے کھڑے ہوکے حساب دینے کے حوالے سے بھی ہمیں اپنی اولاد کے ساتھ خیر خواہی کرنا چاہیئے۔ یہ بھلائی آج اُمت میں نظر نہیں آرہی ہے الا ماشاء اللہ، ہمیں اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے اور کوئی احساس نہیں کہ ہم بچوں کو کیا دے رہے ہیں؟ کیا سکھا رہے ہیں۔

یاد رکھیے! عقیدہ ماں کی گود سے ملتا ہے، انسان کے مذہبی تصورات وترجیحات گھر کے ماحول سے حاصل ہوتے ہیں، اگر یہاں نہیں ملے؛ تو کسی درسگاہ میں نہیں مل سکتے، کسی یونیورسٹی میں نہیں مل سکتے، کسی خانقاہ میں نہیں

مل سکتے، کسی مدرسے میں نہیں مل سکتے، گھر میں نہیں ملا تو کہیں نہیں ملا۔ صحابہؓ کا مزاج اور ان کا معمول تھا، دوست آیا، ملاقات ہوئی تو پہلا جملہ یہی ہوتا، اجلس بنا نؤمن ساعۃ (آؤ بیٹھیں کچھ دیر ایمان کی باتیں کریں) ان کی ترجیحات یہی ہوتی تھی، یہ تعلیماتِ نبوی میں سے ہیں، ایسا نہیں تھا کہ وہ مہمان نوازی نہیں کرتے تھے، وہ کھجور بھی کھلاتے تھے، وہ ہم سے بہت غریب تھے، پھر بھی کسی مہمان کو خالی نہیں بھیجتے تھے، اس کے باوجود ان کا سب سے پہلا جملہ یہی ہوتا کہ ''تشریف رکھیے! ہم تھوڑی دیر ایمان کی بات کریں! ایمان کا مذاکرہ کریں''۔

کچھ لوگ بس چند مختلف فیہ مسائل کو اپنا موضوع بحث بنائے ہوئے ہیں، اس میں اپنی طاقت واستعداد صرف کررہے ہیں، لڑرہے ہیں۔ حالاں کہ سب سے پہلے ہمارا ایمان بننا چاہئے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت درست ہونی چاہئے اور جن نمازوں پر فخر ہے وہ بخشوانے کے قابل ہونی چاہیے۔ ہم ایمان کب بنائیں گے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق پر کامیابی کا یقین کب بنے گا؟

یاد رکھیے! اور اچھی طرح یاد رکھیے! اگر ہم اس بات پر غور نہیں کرتے تو آنے والے دنوں میں اللہ نہ کرے اپنے بچوں کے اسلام پر قائم رہنے کا خواب بھی بھول جانا پڑے گا! حالات بد سے بدتر ہو چکے ہیں، بہت منظم طریقہ پر نہایت باریک بینی کے ساتھ، ستر برسوں کی پیہم محنت کے بعد، اس وقت جو طاقت حکمرانی کے پیچھے چھپی ہوئی ہے وہ ہمارے آپ کے لیے قبر تیار کررہی ہے، قومی تعلیمی پالیسی، اوقاف بل، اور سی اے اے، این آر سی، وغیرہ، جو اَب وقتی طور پر پس پردہ چلے گئے ہیں، سب ایک ایک کرکے منظر عام پر لائے جائیں گے۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ فرماتے تھے: ''مسلمانو! تم کسی پہاڑ سے پھوٹنے والے پانی کا چشمہ نہیں ہو کہ اس چٹان سے ٹکرایا، اس چٹان سے ٹکرایا، وہاں ذلیل ہوا، یہاں خوار ہوا، اور اوپر سے نیچے آیا، ندی بنا، پھر سمندر میں جاکر اپنا وجود فنا کردیا، بلکہ تم سمندر ہو کہ قومیں تمہارے اندر آکر اپنے کو مٹائیں، تم مٹنے کے واسطے نہیں ہو''؛ لیکن آج ہم مٹنے کے لئے خوشی سے تیار ہیں کہ ہم ہی کو مٹا دیجیے۔ اللہ اکبر کبیرا! یہ بڑا انقلاب ہے، اس انقلاب سے اللہ کچھ فرمارہے ہیں۔

انقلاباتِ جہاں واعظِ رب ہیں سن لو
ہر تغیر سے صدا آتی ہے فَافْهَمْ فَافْهَمْ

اللہ پاک ہم تمام کو فکریں نصیب فرمائے اور جو کرنے کے کام ہیں اس میں مشغول ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آپسی انتشار کو ختم فرمائے، اور اس نسل کو بچانے نیز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون، پسینے، آہ وفغاں کی لاج رکھ کر اپنے کو گھلانے اور مٹانے کا جذبہ نصیب فرمائے۔ آمین

گوشۂ سیرت

# تمہارے جملہ کی کڑواہٹ سے سمندر کا پانی نمکین ہو جائے

از: مولانا الیاس محی الدین ندوی بھٹکلی

سوکنوں میں اَن بن رہنا فطری بات ہے، ازواجِ مطہرات بھی انسانی فطرت رکھتی تھیں جس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے:

حضرت صفیہؓ کے متعلق نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبانی تعریف سن کر ایک دن عائشہ صدیقہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا: وہ پست قد ہے، اس جملہ کو سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے ناراض ہو کر فرمایا:

عائشہ! تم نے ان کے متعلق اپنی زبان سے ایسا جملہ کہا ہے کہ اگر اس کو سمندر میں ملا دیا جائے تو اس جملہ کی کڑواہٹ کی وجہ سے پورا پانی نمکین سے کڑوا ہو جائے۔ (سنن ابوداؤد ۴۸۷۵)

فرمایا: تم جانتی ہو کہ غیبت کیا ہے؟

انھوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی زیادہ جانتے ہیں۔

فرمایا: کسی مسلمان بھائی کے متعلق اس کی غیر موجودگی میں ایسی بات کہہ دینا جو اس کو ناگوار ہو؟

حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: اگر وہ برائی واقعی اس شخص میں موجود ہو تب بھی اس کا غیبت میں شمار ہوگا؟

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تبھی تو غیبت ہے اور اگر وہ برائی اس میں موجود نہ ہو تو پھر تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔ (صحیح مسلم ۶۵۹۳ (۲۵۸۹))

ارشاد فرمایا: جو اپنے بھائی کو بدنام کرنے کے لیے اس کے متعلق ایسی برائی بیان کردے جو اس میں موجود نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت تک آگ میں رکھیں گے جب تک وہ اس کے متعلق اس برائی کو ثابت نہ کردے۔ (طبرانی فی الاوسط: ۹۱۶۹)

(ماخوذ از: مجالس نبوی: ۲۴۶)

* استاذ تفسیر وحدیث جامعہ اسلامیہ بھٹکل

گوشۂ خواتین

# اسلام کی باکمال خواتین

## حضرت شیما بنت حارث رضی اللہ عنہا

مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

نام ونسب: نام جدامہ اور لقب ''شیماء'' تھا۔جس سے وہ معروف تھیں، البتہ نام کے سلسلے میں بہت اختلاف ہے، بعض نے ''خِذامۃ'' اور بعض نے حُذافہ'' بھی ذکر کیا ہے (دیکھئے: الروض الانف: ۲/۱۰۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت)، والد کا نام حارث بن عبد العزیٰ اور والدہ کا نام حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ہے، جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی ماں ہونے کا شرف عظیم حاصل ہے، اس طرح شیماء نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بہن ہوتی ہیں۔

### نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش

حضرت شیماء نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی والدہ کے ساتھ نگرانی ونگہداشت کرتیں، ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت شیماء کے ساتھ تھے، حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکل پڑیں، شیماء سے فرمایا: اس دھوپ میں بچے کو لے کر آئی ہو، کہنے لگی: امی جان! میرے بھائی کو دھوپ نہیں لگی، میں نے ایک بادل کو ان کے لئے سایہ کرتے دیکھا ہے، جب وہ کھڑے ہوتے تو بادل بھی کھڑا ہوتا، چلتے تو چلنے لگتا اس طرح ہم یہاں تک آئے ہیں، حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: حقیقت میں ایسا ہوا ہے؟ تو حضرت شیماء نے کہا: ہاں اللہ کی قسم ایسا ہی ہوا ہے، حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اپنے بیٹے کے واسطے ہر برائی سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ ''اعوذ باللہ من شر ما نحذر علی ابنی''

(إمتاع الاسماع: ۴/۹۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

مواہب اللدنیہ میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خورد سال تھے اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی نگرانی میں پرورش پا رہے تھے تو شیماء ننھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں لے کر کھلایا کرتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ

* استاذ حدیث دار العلوم دیودرگ

لوری سنایا کرتی تھیں:''

هذا أخ لم تلده أمي　　　وليس من نسل أبي وعمي

فديته من مخمول معمي　　　فأنمه اللهم فيما تنمي

(المواہب اللدنیہ: ۱/ ۹۲، المکتبۃ التوفیقیۃ مصر)

یہ میرا بھائی ہے، جو گرچہ میرے خاندان سے نہیں ہے۔ اس پر میری جان فدا ہے، اے اللہ! اس کو بڑا کیجئے

بعض روایات میں جنگلوں میں اپنے بھائی کو گود میں لے کر بکریاں چراتے ہوئے ان اشعار کا پڑھنا منقول ہے:

یا ربنا ابق لنا محمدا　　　حتي أراه یافعا و أمردا

ثم أراه سیدا مسودا　　　و اکبت أعادیه معا و الحسدا

و أعطه عزا یدوم أبدا

(اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ رکھ، یہاں تک ہم ان کو جوان، اور ایک صاحب عزت سردار دیکھیں، اس حال میں کہ ان سے حسد کرنے والے دشمن مغلوب ہوں۔ اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دائمی عزت عطا فرما۔)

## غزوۂ حنین کے موقع سے آمد

حضرت شیما رضی اللہ عنہا غزوہ حنین تک اپنے قبیلہ میں گم نامی کی زندگی بسر کرتی رہیں، ادھر شیماء کے ننھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ عزوجل نے وہ رفعت اور بلندی سے سرفراز فرمایا کہ جس پر جن وملائک اور کائنات کا ذرہ ذرہ رشک کناں تھا، رمضان سن ۸ ہجری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کیا، اور شوال ۸ ہجری میں غزوۂ حنین پیش آیا، بنی ہوازن اور بنی ثقیف کے قبیلوں نے طائف کی جاگیروں کی لالچ میں چار ہزار جنگجوؤں کے ساتھ مکہ پر حملہ کا ارادہ کیا، دوسری طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جان نثاروں کے ساتھ مکہ سے نکل کر وادئِ حنین میں اترے، ایک خونریز جنگ کے بعد دشمنوں کو شکست فاش ہوئی اور وہ امان کے طالب ہوئے، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو معافی دے دی اور تمام قیدیوں کو بھی آزاد کر دیا۔

انہیں قیدیوں میں حضرت شیما رضی اللہ عنہا بھی تھیں، جب وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو عرض کیا: ''یا رسول اللہ'' میں آپ کی رضاعی بہن ہوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت شیما رضی اللہ عنہا دونوں نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اپنی بات میں سچی ہو تو میری جانب سے تم کو ایک نشان لگا ہے جو مٹتا نہیں؛ چوں کہ ایک دفعہ حضرت شیماء نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلا رہی

تھیں، کسی بات پر ناراض ہوکر ننھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیماء کے کندھے یا پشت پر اس زور سے کاٹا کہ عمر بھر اس کا نشان رہ گیا۔

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عہدِ طفلی کو یاد کرکے آبدیدہ ہوگئے اور ردائے مبارک زمین پر بچھا کر اپنی بہن ''شیما'' کو نہایت عزت واحترام کے ساتھ بٹھایا، پھران سے فرمایا: ''بہن اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو نہایت آرام سے رہو اور اگر اپنے قبیلہ میں واپس جانا چاہو تو تمہیں اختیار ہے''۔

(البدایۃ والنہایۃ: ۴/۴۱۸، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

## شیماء کا قبول اسلام اور قبیلہ میں واپسی

حضرت شیماء رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کرلیا اور ساری زندگی چونکہ اپنے قبیلہ میں ہی گذری تھی، اس لئے وہیں واپس جانا چاہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ ان کو ان کے قبیلہ واپس کردیا اور جاتے وقت کچھ روپیہ، ایک بکری، ایک غلام اور ایک لونڈی بھی مرحمت فرمائی۔

## اسلامی کی خدمت

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے پردہ فرما گئے تو بنوسعد کے بعض لوگ بھی مرتد ہوگئے، حضرت شیماء نے اپنی اسلام پسندی اور جرائت وہمت کا ثبوت دیا، ہرطرح اسلام کا دفاع کرتی رہیں، جس کی وجہ سے ارتداد کا یہ فتنہ ان کے قبیلہ سے ختم ہوگیا۔ (وکیپیڈیا)

حضرت شیما رضی اللہ عنہا کے دیگر احوال کتب تاریخ وسیرت میں نہیں ملتے۔

---

(بقیہ صفحہ ۲۲ سے)

## خلاصۂ کلام:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ بے شمار اسباق کا مجموعہ ہے جن میں اسلام اور اہل اسلام کے تئیں ایثار وقربانی، قانون شکنی کے خلاف غیرت وحمیت، دیارِ رسول کی حرمت وحفاظت، قرآن مجید کی نشر واشاعت، امن عامہ کا اہتمام، دولت کی منصفانہ تقسیم، سچائی وبہادری، سخاوت وکرم گستری وغیرہ جیسے جلی عناوین کو بنیادی حیثیت حاصل ہے جن سے عبرت پذیری وسبق آموزی بلکہ ہرایک پر عمل آوری امت کی اہم ترین ضرورت ہے، خاص کر اس باہمی اتفاق واتحاد، الفت ومحبت، ہمدردی ورواداری کی جس کے تحفظ وبقاء کے لئے خلیفہ ثالث نے مظلومانہ شہادت کو تو بخوشی منظور کرلیا؛ مگر مدینہ منورہ کی پرامن فضاء میں اختلاف وانتشار کو ہرگز پسند نہیں فرمایا۔

تذکارِ صحابہؓ

# امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانیؔ قاسمی*

خلیفۂ ثالث سیدنا عثمانؓ کی شخصیت تاریخ اسلام کی وہ عبقری اور نایاب شخصیت ہے جن کا دورِ خلافت بے مثال اصلاحات، رفاہی مہمات اور اہم دینی خدمات سے عبارت ہے۔خود آپ کی ذات والا صفات کو جہاں حافظ قرآن، کاتبِ قرآن، جامع قرآن، ناشرِ قرآن، کامل الحیاء والایمان، ذوالنورین، اور ذوالھجر تین ہونے کا شرف حاصل ہے، وہیں آپ کا شمار السابقون الاولون اور عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے؛ جن کی صاف وشفاف زندگی کے مختلف النوع گوشوں میں عمدہ سیرت، اعلیٰ کردار اور مثالی اخلاق کے ایسے غیر فانی اور لاثانی نقوش ہیں کہ ایک کوتاہ علم تاریخ نویس اس کے ہر ہر پہلو کو اجاگر کرنے سے عاجز و قاصر ہے، بالخصوص آپ کا عہدِ خلافت اور واقعہ شہادت تاریخ اسلام کا وہ معرکہ آراء حصہ ہے کہ دریدہ قلم مؤرخین اور جانب دار ارباب صحافت تو درکنار محتاط اور ثقہ مصنفین بھی حضرت عثمانؓ پر کئے جانے والے اعتراضات کا اس طرح جواب دیتے ہیں کہ گویا معذرت کر رہے ہوں۔

اس حوالے سے پروفیسر خلیق احمد نظامی کا رقم کردہ یہ اقتباس بڑا ہی چشم کشا ثابت ہوگا، موصوف ارقام فرماتے ہیں: حقیقت یہ ہے کہ تاریخ اور مؤرخین دونوں نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے ان کے عہد کے فتنوں کے جائزے میں الجھ کر ان کی سیرت و کارناموں کے بہت سے پہلو نظروں سے اوجھل ہو رہے ہیں، ان کے عہد کے فتوحات تاریخ اسلام کا ایک شاندار باب ہے انہوں نے آرمینیہ، آذربائیجان، ایشیائے کوچک، ترکستان، کابل، سندھ، قبرص اسپین وغیرہ میں عربوں کے سیاسی اقتدار کے لئے راہیں ہموار کردی تھیں ان ہی کے زمانہ میں بحری طاقت منظم ہوئی، بیشتر نظام حکومت کے معاملات میں گو وہ حضرت عمرؓ کے نقش قدم پر چلے لیکن طبیعت کی نرمی اور غیر معمولی حلم سے مخالفین نے فائدہ اٹھا کر ہر طرف سازشوں کا جال بچھا دیا۔

(پیش لفظ، عثمان ذوالنورین)

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

## احوال زندگی:

آپ کا نام عثمان، کنیت ابو العمر اور لقب ذو النورین ہے۔آپ کا سلسلۂ نسب کچھ یوں ہے، عثمان بن عفان بن ابو العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔یعنی پانچویں پشت میں حضرت عثمان غنیؓ کا سلسلۂ نسب رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شجرہ سے مل جاتا ہے۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نانی ام حکیم حضرت عبد المطلب کی بیٹی تھیں اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی پیٹ (جڑواں) پیدا ہوئی تھیں۔اس رشتے سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی کی بیٹی تھیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پیدائش عام الفیل کے چھ سال بعد ہوئی۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان حضرات میں سے ہیں جن کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام کی دعوت دی تھی۔آپ کا شمار قدیمُ الاسلام صحابہ میں ہوتا ہے۔(الاصابۃ:4/377) آپ کا قد درمیانہ تھا، نہ پست قد تھے نہ بہت لمبے، چمڑا باریک تھا، گھنی، لمبی ڈاڑھی تھی، دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ بڑا تھا، بال گھنگھریالے اور گھنے تھے، ڈاڑھی میں زرد خضاب لگاتے تھے۔(ملخص از سیدنا عثمان بن عفان، ڈاکٹر علی محمد الصلابی)

حضرت ابن ثور الفہمی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس وقت گیا جب آپ محصور تھے، آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میری دس خصلتیں اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہیں:

✷ میں اسلام قبول کرنے والا چوتھا شخص ہوں۔✷ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں کو میرے عقد میں دیا۔✷ میں کبھی گانے بجانے میں شریک نہیں ہوا۔✷ میں کبھی لہو ولعب میں مشغول نہیں ہوا۔✷ میں نے کبھی کسی برائی اور بدی کی تمنا نہیں کی۔✷ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کرنے کے بعد میں نے کبھی اپنا سیدھا ہاتھ اپنی شرمگاہ کو نہیں لگایا۔✷ اسلام لانے کے بعد میں نے ہر جمعہ کو اللہ کے لئے ایک غلام آزاد کیا، اگر اس وقت ممکن نہ ہوا تو بعد میں آزاد کیا۔✷ زمانہ جاہلیت یا عہد اسلام میں کبھی زنا کا مرتکب نہیں ہوا۔✷ عہد جاہلیت اور زمانہ اسلام میں کبھی چوری نہیں کی۔✷ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے مطابق میں نے قرآن مجید کو جمع کیا۔(تاریخ الخلفاء، ص338)

## بعض فضائل ومناقب:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شرم وحیا کے پیکر تھے، آپ کی حیاداری کے بارے میں مسلم شریف میں ایک واقعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بیان ہوا ہے' وہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حجرے میں تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گدے پر بے تکلفی سے استراحت فرما رہے تھے (اپنے ذاتی

حجرے میں جبکہ صرف اہلیہ موجود ہوں بے تکلفی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساقِ مبارک کھلی ہوئی ہو اور پورا جسم ڈھکا ہوا نہ ہو۔) اتنے میں اطلاع ملی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں اور اذن باریابی کے خواہاں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حجرے میں تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس حال میں استراحت فرما رہے تھے اسی طرح لیٹے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو بات کرنی تھی کی اور واپس تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اطلاع ملی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ملاقات کے لیے حاضر ہوئے ہیں اور اذن باریابی کے طالب ہیں۔ ان کو بھی اندر آنے کی اجازت مل گئی، وہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح لیٹے رہے (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اوپر چادر ڈال کر ایک طرف پیٹھ پھیر لیا) وہ بھی اپنی بات کر کے رخصت ہو گئے تیسری مرتبہ اطلاع دی گئی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ اس اطلاع کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست فرما لیے (تہبند سے ساق مبارک ڈھانک لی) اور ساتھ ہی مجھے (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو) حکم دیا کہ اپنے کپڑے خوب اچھی طرح اپنے جسم پر لپیٹ لو (اور پورا جسم ڈھانپ کر دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاؤ!) بعد ازاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اِذن باریابی ملا۔ وہ بھی حجرۂ مبارک میں حاضر ہوئے اور جو بات کرنی تھی کر کے رخصت ہوئے۔ (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جانے کے بعد) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے آنے پر تو آپؐ نے کوئی خاص اہتمام نہیں فرمایا۔ یہ کیا خاص بات تھی کہ عثمان غنیؓ کے آنے پر آپؐ نے خود بھی کپڑوں کی درستگی کا خاص اہتمام فرمایا اور مجھے بھی ہدایت فرمائی کہ میں خوب اچھی طرح کپڑے لپیٹ لوں؟ جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائشہ! عثمان انتہائی حیادار شخص ہیں۔ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اگر میں اسی طرح بے تکلفی سے لیٹا رہا تو عثمانؓ اپنی فطری حیا اور حجاب کی وجہ سے وہ بات نہیں کر سکیں گے جس کے لیے وہ آئے تھے اور ویسے ہی واپس چلے جائیں گے''۔ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''عثمانؓ کی شخصیت تو وہ ہے کہ جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں، چنانچہ میں نے بھی ان سے حیا کی ہے''۔

## تفویضِ خلافت سے قبل آپ کی اہم ترین خدمات پر ایک نظر:

سیدنا عثمانؓ نے ابتدائی زمانہ اسلام ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا کچھ ہی عرصہ بعد آپ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ سے ہوگیا بعد ازاں ۵ نبوی میں آپ کو ہجرت حبشہ کا شرف بھی حاصل ہوا، اس طرح راہ اسلام میں اپنا آبائی وطن ترک کر کے حبشہ روانہ ہو گئے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی

جانب ہجرت فرمائی تو آپ بھی مدینہ چلے آئے جہاں آپ نے اسلام اور مسلمانوں کے لئے گراں قدر کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

## بئر رومہ:

مدینہ ہجرت کے بعد مسلمانوں کو میٹھے پانی کی بڑی تکلیف تھی، شہر مدینہ میں رومہ کے نام سے میٹھے پانی کا ایک کنواں تھا حضرت عثمانؓ نے ۳۵ ہزار درہم کے عوض یہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جنت کی بشارت دی۔

## مسجد نبوی کی توسیع:

مسجد نبوی کے رقبہ میں پہلا اضافہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایماء پر حضرت عثمانؓ ہی نے فرمایا تھا اور مسجد سے متصل ایک قطعہ زمین کو بروایت تاریخ ابن کثیر 25 ہزار درہم میں خرید کر مسجد میں شامل فرما دیا، بعد ازاں اپنے عہد خلافت میں بھی مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع میں نمایاں حصہ لیا اور خصوصی توجہ فرمائی۔

## سفارت و نمائندگی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

6ھ کے دوران واقعہ حدیبیہ کے نازک موقع پر حضرت عثمانؓ ہی تھے جنہوں نے سفارت کے فرائض انجام دیے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمائندے کی حیثیت سے آپ کا پیغام قریش تک پہونچایا اور اس سلسلہ میں اپنی جان تک کی پرواہ نہ فرمائی، اسی موقع پر آپؓ کے قتل کی افواہ اڑائی گئی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا قصاص لینے کے لئے ایک درخت کے نیچے حضرات صحابہؓ سے بیعت لی اور اس میں ایک دست مبارک کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا، تاریخ اسلام میں اس بیعت کا نام بیعت الرضوان یا بیعت الشجر ہ ہے، خود قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بیعت رضوان کرنے والوں کے لئے اپنی رضا اور خوشنودی کا اعلان فرمایا۔

## سخاوت و فیاضی:

حضرت عثمانؓ کو جہاں اللہ نے ثروت و دولت سے سرفراز فرمایا وہیں آپ کے دل میں سخاوت و فیاضی کا قابل قدر جذبہ بھی خوب خوب پیدا فرمایا، یوں تو ساری عمر آپ نے اپنا مال بڑی دریا دلی سے راہ اسلام میں خرچ فرمایا تاہم غزوہ تبوک میں آپ کا مالی انفاق حد سے بڑھ گیا، علی اختلاف الروایات (1) دوسو اوقیہ چاندی اور دوسو اونٹ (مغازی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للواقدی) (2) ستر ہزار درہم (زرقانی وسیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (3) ایک ہزار اونٹ، ستر ہزار گھوڑے اور ایک ہزار نقد دینار (انساب الاشراف بلاذری) آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی خدمت میں پیش فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سخاوت سے اتنا خوش ہوئے کہ اپنے دست اقدس سے اشرفیوں کو الٹ پلٹ کرتے اور فرماتے: ماضر عثمان ما عمل بعد ھذا الیوم۔

## خلافت اور فتوحات عثمانی:

امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد 4/محرم الحرام 24ھ بروز دوشنبہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسند نشین خلافت ہوئے اور کم وبیش بارہ سالہ قلیل عرصہ میں 44/لاکھ مربع میل کے وسیع وعریض خطے پر اسلامی سلطنت قائم کرنے اور نظامِ خلافت جاری رکھنے کا وہ لازوال کارنامہ انجام دیا جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد زریں میں جن عظیم الشان فتوحات کا سلسلہ شروع فرمایا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نہ صرف یہ کہ ان فتوحات کو جاری رکھا؛ بلکہ ان میں غیر معمولی توسیع فرمائی، جو فتوحات نامکمل رہ گئی تھیں انہیں مکمل کیا، جہاں کہیں بغاوت ہوئی اس کا علی الفور تدارک کر کے حکومت میں استحکام پیدا کیا، پھر ایک ماہر جرنیل کی حیثیت سے مجاہدینِ اسلام کے لئے بحری جنگ کی تربیت کا لائحہ عمل تیار کیا؛ جس کے بعد جنگی بیڑے بنائے گئے بحری جنگ کے حربے سکھائے گئے، اس طرح بحیرۂ روم کی موجوں پر تاریخِ اسلام کا پہلا بحری بیڑہ پرچم اسلام کو لہراتے ہوئے کود پڑا اور رومیوں پر اس طرح شب خوں مارا کہ ان کی قوت وسطوت کے سفینے ڈبو دیئے جس کے نتیجہ میں فرانس ویورپ کے کئی ممالک اسلام کے آفاقی نظام سے واقف ہوئے اور سندھ، مکران، طبرستان وکابل سمیت متعدد ایشیائی ممالک حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے، ان سب کے باوجود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تمام صوبوں کے گورنر، قاضی اور عمال کی چھان پھٹک کر کے نہایت زیرک اور محنتی حاکم مقرر کرتے اور آپ کا طریقہ تھا کہ ہر تین ماہ یا چھ ماہ بعد گورنروں اور حاکموں کے نام ہدایات جاری کرتے، انہیں اپنے فرض منصبی سے آگاہ کرتے اور رعایا کے ساتھ عدل وانصاف کا امر فرماتے، خود امیر المؤمنین کی سادگی اور بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ ابن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو اس حالت میں دیکھا کہ دوپہر کے وقت مسجد نبوی کے صحن میں کچی اینٹ کا تکیہ سر کے نیچے رکھے ہوئے آرام فرمارہے ہیں، میں نے گھر جا کر اپنے والد سے دریافت کیا کہ ایسا حسین وجمیل شخص اس حالت میں کون تھا؟ والد نے کہا کہ وہ امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے (ابن کثیر رحمہ اللہ)۔

علاوہ ازیں انتظامی ورفاہی شعبوں کا اجراء، ہر علاقہ میں منصف عدالتوں کا قیام، شاہ راہوں اور مسافر خانوں کی مستقل تعمیر، مالیاتی نظام میں باقاعدگی کا اہتمام اور ان جیسے ان گنت کارنامے ہیں جو عہد عثمانی میں تاریخی یادگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مختصر یہ کہ عہدِ عثمانی کے ابتدائی چھ سال پے در پے فتوحات، کامیابی وکامرانی، فتح مندی وظفریابی کے جلی عنوان سے عبارت ہے؛ مگر دور ثانی جو پانچ چھ برس پر مشتمل ہے، سخت انتشار و پراگندگی اور فتنہ وفساد کا دور ہے جسے اسلامی تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

## بغاوت کے بنیادی عناصر اور آپ کی مظلومانہ شہادت:

حضرت عثمانؓ کا عہدِ خلافت سرمایہ کی بہتات اور اس کی عادلانہ تقسیم کا آئینہ دار تھا، آپ کو ایک طرف بیرونی محاذ پر رومیوں سے سابقہ پڑا تو دوسری طرف اندرونی محاذ پر دولت کے فتنے سے سابقہ پیش آیا، آپ کے عہدِ زریں میں اسلامی فتوحات کا تانتا بندھ گیا، یوں دیارِ عرب کے صحراؤں، ایران کے لالہ زاروں اور روم کے جزیروں سے خمس وخراج وغیرہ کی صورت میں دولت کے انبار لگا تار اور سلسلہ وار مدینہ منورہ پہونچتے رہے، جس کی وجہ سے خوش حالی عام ہوگئی، دولت کی فراوانی نے عیش پرست نوجوانوں کو طاؤس ورباب کی لعنت میں گرفتار کردیا، رومیوں اور ایرانیوں سے اختلاط کے باعث عیش وعشرت اور تکلفات کے طور طریقے عربوں میں بھی رائج ہونے لگے تو حضرت عثمانؓ یہ بے راہ روی برداشت نہ کرسکے اور بلاخوف لومۃ لائم اپنے کمانڈروں کو حکم جاری فرمایا کہ حکم شرعی کے پیش نظر حدود اور دیگر تعزیری سزائیں نافذ کی جائیں اس طرح جب امیر زادوں کی سرکوبی کی گئی تو وہ اپنے قبیلوں سمیت حضرت عثمانؓ کے مخالف ہوگئے، داخلی محاذ پر بے چینی اور اضطراب کی یہ پہلی لہر تھی جو دھیرے دھیرے تیز آندھی کی شکل اختیار کرگئی، دوسری طرف حضرت عثمانؓ نے رومیوں کی بڑھتی ہوئی جارحیت کے خلاف زبردست کارروائی کرتے ہوئے بحری جنگ کا آغاز فرمایا اور آناً فاناً انہیں شکست فاش سے دوچار ہونا پڑا، انہیں شکست خوردہ رومیوں اور ایرانیوں نے مسلمانوں کے خلاف گھات لگا کر رئیس المنافقین عبداللہ بن سبا کے جھنڈے تلے جمع ہونا شروع کردیا اور حضرت عثمانؓ کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کرنے لگے، کوفہ میں جگہ جگہ اپنے اڈے قائم کئے، خفیہ طور پر مختلف علاقوں میں لوگوں کو ورغلانا شروع کیا پھر انجام کار اقرباء پروری، اور بیت المال میں خیانت کا جھوٹا الزام لگا کر اسلام کے پرشکوہ قصرِ خلافت کو مسمار کرنے کی زبردست سازش رچی، داخلی وخارجی محاذ پر یہ سرکش لہریں رفتہ رفتہ بے قابو ہوگئیں اور اس طرح موجیں مارنے لگیں کہ اپنے عہد کا سب سے بڑا خلیفہ عادل اپنے ہی گھر میں تلاوتِ قرآن کے دوران، چالیس دن سے بھوکا اور پیاسا ہونے کی حالت میں انتہائی سفاکی اور بے رحمی کے ساتھ شہید کردیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(بقیہ صفحہ ۱۶ پر)

دبستانِ ہند

# یومِ جمہوریہ ہند اور اس کی حقیقت وحیثیت

مولانا شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی*

انسانی زندگی کا بنیادی اثاثہ اور اساسی حق یعنی آزادی کی نعمت جو ایک صدی سے انگریزی استعماریت کی تاریکیوں میں گم تھی، اور صدیوں کی آبلہ پائیوں اور سرفروشانہ قربانیوں کے نتیجے میں غلامی کی زنجیریں پگھلیں، اور آزادی کا سورج 1947 میں ہند کے افق پر طلوع ہوا، برطانوی مصنوعات کی بہت ساری چیزوں میں سے اس کے مخصوص نظام حکومت اور ایکٹ کو بھی یہاں کے رہنماؤں نے ریجیکٹ کر دیا چنانچہ بھارت پر برطانوی ایکٹ جو 1935 سے نافذ تھا اسے منسوخ کر کے ایک جمہوری نظام اور سیکولر دستور مرتب کرنے کا منصوبہ بنایا گیا 15 / اگست 1947 کو بھارت آزاد ہوا اور 26 / جنوری 1950 / کو ایک جمہوری نظام کے نفاذ کے حوالے سیکولر اسٹیٹ کی صورت میں دنیا کے نقشے پر ابھرا، اس سے پہلے کہ آزاد بھارت کے آزاد اور سیکولر آئین اس کی خصوصیات، اس کی جامعیت، اس کے نظام حکمرانی ونگہبانی، اس کے انفرادی واجتماعی قوانین اور اس کی عدلیہ کی حیثیت کے بارے میں گفتگو کی جائے۔ کچھ ذکر جمہوری نظام اور اس کی خوبیوں وخامیوں اور اس کے حقائق کا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

## جمہوریت یا ڈیموکریسی

ملوکیت یا بادشاہت کے متوازی اور مخصوص فرد کی بلاشرکت غیرے حکمرانی اور اہلیت ومحاسن سے بے پروا موروثی بادشاہت کے مقابلے میں عوام اور رعایا کی حکومت وحاکمیت اور عوام کے آزادانہ حکومت سازی کے اختیارات، ان کے افکار وخیالات کی آزادی، زندگی کے ارتقاء کے تمام وسائل پر جائز حدود میں ملکیت اور اس کے استعمال کی اتھارٹی جس سے غیر کو کسی قسم کا نقصان نہ ہو، اور زبان وبیان کے علاوہ نظریات کے لحاظ سے ہر فرد آزاد ہو، مذکورہ تمام انسانی حقوق اور بنیادی حقوق کی پاسداری پر مشتمل نظام کو جمہوریت سے یا ڈیموکریسی سے تعبیر کیا جاتا ہے مختصر لفظوں میں اس نظام کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے،، Role of the people عوام کی حکمرانی اور اس کی فرمانروائی،، یونانی مفکر ہیروڈوس کے قول کے مطابق جمہوریت ایسی حکومت ہوتی ہے

* امام وخطیب مسجد انوار ممبئی

جس ریاست کے حاکمانہ اختیارات قانونی طور پر پورے سماج کو حاصل ہوتے ہیں، سابق امریکی صدر ابراہیم لنکن کے یہاں اس کی بڑی جامع تعریف ان الفاظ میں مشہور ہے، Government of the people by the people for the people ''عوام کی حاکمیت، عوام کے ذریعے عوام پر،،

جمہوری نظام دو قسموں اور دو شکلوں میں وجود میں آیا پہلی شکل یا قسم وہ ہے جس میں عوام اپنے تمام اجتماعی امور براہ راست انجام دیتی تھی وہ عائلی نظام ہو یا فوجداری مقدمات تمام معاملات اور مسائل عوام ہی کے جرگے میں حل ہوتے تھے اسی وجہ سے اس کا نام ڈائریکٹ ڈیموکریسی direct democracy رکھا گیا ہے

دوسری شکل بالواسطہ جمہوریت یعنی ان ڈائیریکٹ ڈیموکریسی Indirect democracy, کے نام سے متعارف ہے' جس میں بڑھتی ہوئی آبادی انسانی دائرے کی وسعت، کے باعث براہ راست جمہوریت کے قانون پر عمل ممکن نہیں رہا، ارتقاء پذیر انسانی دنیا نے نمائندگی کا تصور دریافت کیا، جس میں عوام اپنی حق رائے دہی کے ذریعے اپنے منتخب نمائندوں کو پارلیمانی ایوانوں میں بھیجتی ہے اور یوں ان نمائندوں کے ذریعے عوام کی حاکمیت وجود میں آتی ہے، اس وقت یہی نظام عام طور سے دنیا کے اکثر خطوں میں رائج ہے ارسطو نے یہی نظریہ پیش کیا تھا لیکن علی الاطلاق وہ جمہوری نظام کا قائل بھی نہیں تھا بلکہ اس کے یہاں ہر فرد کو نمائندگی حاصل نہیں ہوسکتی تھی یا عوام اپنی مرضی سے ہر کس و نا کس کو وزارت یا صدارت پر یا حاکمیت کے کسی مقام پر نہیں بٹھا سکتی تھی بلکہ حکمرانی کا حق یا حاکمیت کا اہل وہی افراد ہو سکتے تھے جو باشعور اور تعلیم یافتہ ہوں یہی وجہ ہے کہ آج بھی یورپ کے کئی ممالک میں انتخابات کے قوانین میں سے بنیادی قانون گریجویشن اور ساتھ ساتھ کیریکٹر کے لحاظ سے شفاف اور بے داغ بھی ہونا ضروری ہے، تاکہ ملک اور معاشرہ بدعنوانیوں سے، انتہا پسندانہ نظریات سے، دہرے پیمانوں سے محفوظ رہے۔

## بھارت میں جمہوری نظام حکومت

اسے وقت کی ستم ظریفی کہیئے یا ملت اسلامیہ ہند کی بدقسمتی کہ برسہا برس کی قربانیوں کے بعد جب سحر نمودار ہوئی تو اس کے اجالے بے شمار مظلوموں کے خون سے داغدار تھے اسی شب گزیدہ سحر میں آزادی کے ساتھ نظریات کی بنیاد پر ملک کا ایک حصہ علحدہ ہو گیا لیکن یہ کیسی عجیب بات ہے کہ اسلام کے نام جو ملک وجود میں آیا وقت کے ساتھ ساتھ اس میں سیکولرازم کا ایسا نشہ سوار ہوا کہ آج تک وہاں اسلام کا کوئی نظام مرتب یا نافذ نہ ہوسکا، دوسری طرف بھارت میں سیکولرازم کا قانون وضع کیا گیا اسے سیکولر اسٹیٹ کا نام دیا گیا جمہوری نظام نافذ ہوا مگر جیسے جیسے وقت گذرا اس نظام کی گرفت کمزور ہوتی چلی گئی اور اب صورتحال یہ ہے کہ اسے مذہبی جنونیت اور

تہذیبی انتہا پسندی کے ذریعے بالکل بے اثر اور بے معنی کر دیا گیا ہے، بہرحال تاریخی لحاظ سے اس کی حیثیت پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو یقین نہیں آتا کہ اس قدر مضبوط ہاتھوں کے ذریعے مرتب ہونے والے نظام کی حالت کیونکر اس قدر کمزور ہوسکتی ہے، تفصیل اس اجمال کی کچھ یوں ہے کہ 1946 میں یوپی کے الیکشن کے بعد کانگریس اکثریت میں آئی اور اسی اکثریت کی طاقت سے قانون ساز اسمبلی وجود میں آئی جس میں دیگر اراکین کے علاوہ خاص طور سے امام الہند ابوالکلام آزاد بیرسٹر آصف علی، خان عبد الغفار خان محمد سعد اللہ، عبد الرحیم چودھری، بیگم اعزاز رسول، اور مولانا حسرت موہانی قابل ذکر ہیں اس کا پہلا اجلاس اسی سال 1946 کو ہوا اور ڈاکٹر راجندر پرساد اس کے چیرمین مقرر ہوئے 1947 میں وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو بھارت کا گورنر جنرل منتخب کیا گیا اور انہیں کی نگرانی میں آئین ساز کمیٹیاں تشکیل دی گئیں ان کی رپورٹ کی روشنی میں ایک مرکزی آئین ساز کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے سربراہ ڈاکٹر امبیڈکر تھے اس کمیٹی نے مستقل اور مفصل سیکولر آئین مرتب کیا فروری 1948 میں اس کا مسودہ شائع کیا گیا 26 نومبر 1949 کو اس قانون کو منظوری ملی اور بھارت کے دستور کے لئے متعین کرلیا گیا، اور 26 جنوری، 1950 کو ملک میں اسکے نفاذ کا اعلان کیا گیا، اس طرح ہندوستان میں پارلیمانی نظام اور جمہوری دستور قائم کر کے سیکولر اسٹیٹ کی صف میں اسے شامل کیا گیا، جس میں مذہب کا احترام تو ہوگا مگر مذہبی قانون نہیں ہوگا مذہب کی حفاظت تو ضرور ہوگی مگر اس کی حکمرانی نہیں ہوگی، مذہب کے تمام بنیادی اور جزئی اصولوں پر عمل اور اس کی تبلیغ واشاعت کی آزادی تو ہوگی، تمام قوموں کو اپنے پرسنل لا پر عمل کرنے کا اختیار تو ہوگا مگر اجتماعی سیاسی اور فوجداری معاملات میں یہ دستور وآئین کا حصہ نہیں بنیں گے۔

## بھارت کے آئین کی خصوصیات

بھارت کے جمہوری نظام کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ وہ کسی ایک ذہن کی پیداوار نہیں ہے بلکہ ملک کے بہترین، روشن دماغ، اعلیٰ دماغ، چیدہ، لاء اسپیشلسٹ افراد پر مشتمل متعدد ذیلی مجلسوں اور مرکزی آئین ساز کمیٹی کی دماغ سوزی کا نتیجہ ہے یہی وجہ ہے کہ نسبتاً اس دستور میں ملک وانسانیت کے تحفظ وارتقاء کے حوالے سے اس میں خامیاں بہت کم ہیں، وجہ یہ ہے کہ اس آئین کی ترتیب کے وقت دنیا کے بہترین اور جامع سمجھے جانے والے قوانین سامنے تھے ان کے تجزیے گہرے مطالعے نے قانون سازوں کو غلطیوں سے جہاں محفوظ رکھا وہیں جامعیت کی راہیں بھی ہموار کیں، نتیجتاً کہا جاسکتا کہ اس میں دنیا کے دساتیر کے بہترین اور کامیاب نکات شامل ہیں، مکمل طور پر یہ سیکولرازم کے اصولوں پر مرتب ہے، اس میں مرکزی حکومت کے ساتھ ریاستی حکومت کے قوانین کی تفصیلات بھی موجود ہیں، عوام کے بنیادی حقوق، بنیادی فرائض، ریاستی پالیسیوں کے

متعلق ہدایات، مرکز اور ریاستی حکومتوں کے درمیان تعلقات، تمام وزارتوں کے فرائض، ہائی کورٹ سپریم کورٹ کا دائرہ اختیار، اس کے اصول وضوابط، پبلک سروس کمیشن، الیکشن کمیشن، اوراقلیتوں کے حقوق سے متعلق پوری وضاحت کے ساتھ اس میں تفصیلات درج ہیں، اور درحقیقت یہ چھ بنیادی اصولوں میں سمٹی ہوئی ہیں:

(1) برابری کا حق ۔(2) آزادی کا حق۔(3) استحصال کے خلاف حق۔(4) مذہبی آزادی کا حق۔ (5)تعلیمی وثقافتی حق۔(6) آئینی چارہ جوئی کا حق۔

اس کے وہ خاص دفعات اور آرٹیکل جس پر ملک کے تحفظ اوراس کی عوام کی بقاء وانسانی مساوات وحقوق کی عمارت کھڑی ہے اس کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے جسے مالیگاؤں کے ایک ریسرچ اسکالر نے لکھا ہے۔(1) آئین ہند نے ہندوستانی عوام کوخود اپنی حکومت منتخب کرنے کے لئے خودمختار بنایا ہے اور ہندستانی عوام کوسرچشمہ اقتدار واختیار مانا ہے جسے صاف الفاظ میں دستور کی تمہید میں بیان کردیا گیا ہے

(2) دستور نے پارلیمانی طرز کی جمہوریت کے سامنے کابینہ کواپنے فیصلے قانون سازی اوراپنی پالیسی کے لئے جواب دہ بنایا ہے اورتمام باشندے بلاتفریق مذہب وملت ایک مشترکہ جمہوریت میں پرودیئے گئے ہیں۔

(3) جمہوریت میں مذہب کی اہمیت کا بھی اعتراف کیا گیا ہے کہ ملک مذہب کی بنیاد پر حکومت نہیں کرے گا دستور کی 42ویں ترمیم کی روسے اسے سیکولر اسٹیٹ کہا گیا ہے جہاں ہر مذہب کا احترام ہوگا اور مذہب کی بنیاد پر کسی قسم کا کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔

(4) مذہب یا ذات پات کی بنیاد پر کسی شہری کوشہریت کے حقوق سے محروم نہیں کیا جائے گا اور ہر شہری کو ملکی خدمات سے متمتع ہونے اور فائدہ اٹھانے کا پورا موقع ملے گا۔

(5) آئین کی روسے ہر ہندستانی قانون کی نگاہ میں برابر ہے۔

(6) ہر شہری کوآزادی رائے، آزادی خیال اور آزادی مذہب حاصل ہے۔

(7) اقلیتوں کو دستور میں ان کا حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنے علحدہ تعلیمی ادارے قائم کریں اپنی تہذیب و تمدن اور زبان کو قائم رکھیں، اپنے مذہب کی اشاعت کریں، اس غرض کے لیے اپنی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد کا انتظام کریں، ساتھ ہی یہ صراحت بھی کی گئی کہ کسی ایسی آمدنی پر ٹیکس دینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا جو کسی مذہب کی تبلیغ واشاعت پر خرچ کیا جائے دوسرے لفظوں میں اوقاف، مدارس، مساجد کی جائیداد اوران کی آمدنی پر ٹیکس نہیں لگایا جاسکتا اسی طرح شخصی آزادی کا تحفظ متعدد دفعات کے ذریعے کیا جائے گا۔

(8) قانون کی خلاف ورزی کرنے پر کسی شخص کوصرف اسی وقت سزا دی جاسکتی ہے کہ لگایا ہوا الزام

قانون کی نگاہ میں جرم بھی ہو چنانچہ کسی شخص کو مقدمہ چلائے بغیر، صفائی پیش کئے بغیر کسی قسم کی سزا نہیں دی جاسکتی۔(برقی میڈیا،تحریر عطاء الرحمن مالیگاؤں)

لیکن یہ کس قدر تعجب خیز امر ہے کہ دستور کی اس قدر جامعیت اور جمہوری نظام کی بے لاگ دفعات کے باوجود کس طرح یہاں کے سیاسی سورماؤں نے انا پرستی اور فرقہ پرستی کے زیر اثر اس کا تیا پانچہ کیا ہے،اور آج بھی پوری قوت سے اس پر عمل جاری ہے،اور اب تو پورے سیکولرازم کو فاشزم میں بدلنے کا کام ہورہا ہے،کس طرح اس کے اصولوں کو اپنے پست مقاصد کے لئے پامال کیا ہے،کس بے شرمی سے اس کے قوانین کو ذاتی مفادات کی چتا پر قربان کیا ہے، یہ ایک الگ روح فرسا داستان ہے، جو اس ملک کی اقلیتی اقوام بالخصوص مسلمانوں کے خون سے رنگین ہے،جس کا ورق ورق منصوبہ بند فسادات اور اقلیتوں کے قتل عام کے خون سے سرخ ہے، جس کے ہر باب میں کہیں بے قصور نوجوانوں کی کراہیں، بے شمار معصوموں کی فریادیں، اور بے قصور عورتوں بچوں کی سسکیاں پوشیدہ ہیں۔

اس کی بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ سیاست کے گلیاروں میں عموماً انہیں لوگوں کی فرمانروائی ہے،جن کے اذہان انسانیت سے نا آشنا،جن کے قلوب مساوات اور عدالت سے بے بہرہ ہیں، جو قوم وملک کی ارتقاء وتحفظ کے لئے کم اور اپنے مفادات کے لیے زیادہ کوشش کرتے ہیں، نتیجتاً ملک رفتہ رفتہ انتہا پسندوں کے ہاتھوں میں چلا گیا اور اس کی جمہوریت، اس کا سیکولر نظام، اس کا انسانی مزاج، اس کی اخوت ومساوات کی پوری فضا تارتار ہوکر رہ گئی، اس وقت ملک زعفرانی حکمرانوں اور انتہا پسندانہ نظریات کے حاملین کے ہاتھوں سسک رہا ہے، جمہوری نظام زیر وزبر ہوگیا ہے، حکومتی سطح پر ایک مخصوص اقلیت کی سیٹیزن شپ پر حملے کرکے اس کے سیکولرازم کو مجروح کردیا گیا ہے، اس فرقہ وارانہ کردار کے خلاف عوام نے اپنے حقوق کا مطالبہ کیا مظاہرے کیے، چالیس روز سے ملک کے چپے چپے پر آزادی کے نعرے گونجے مگر زعفرانی حکومت کو نہ انسانیت کی پرواہ ہے نہ ہی جمہوری دستور کی، ایسے حالات میں یوم جمہوریہ کا جشن یہاں کی عوام کیوں کر منائے، کس دل سے خوشیوں کے نغمے گائے کہ انسانیت سرعام رسوا ہے، ملک انارکی اور حکومت کے نازی ازم کے سیاہ کرداروں کے باعث عالمی سطح پر بدنام ہے، غربت کی وجہ سے کسان اور مزدور خودکشی کرنے پر مجبور ہیں، نوجوان ڈگریاں ہاتھ میں لئے ملازمت کے لئے دردر کی ٹھوکریں کھارہے ہیں، پورا ملک اضطراب کا شکار ہے، معیشت اور سیاست ہر لحاظ سے بربادی کے دہانے پر کھڑا ہے، آمران وقت کو یہ کون بتائے کہ جشن وکیف کی محفلیں مسرتوں کے لمحات میں منعقد ہوتی ہیں، ایام حزن ورنج اور لمحۂ تباہی میں نہیں۔۔۔

اصلاحی مضامین

# سن مسیحی کا ایک سال اور ختم ہو گیا

از: مولانا عبدالماجد دریابادی رحمہ اللہ

سن مسیحی کا ایک سال اور ختم ہو گیا، بچہ جوانی کی جانب اور جوان بڑھاپے کی جانب، ایک سال اور کھسک آئے، بچے، جوان، بوڑھے سب سے موت اور قبر ایک سال اور قریب ہو گئی، اور زندے اور مُردے، سب قیامت اور روزِ حساب سے بقدر ایک سال کے اور نزدیک ہو گئے، فرصت عمر جو عطا ہوئی تھی اس کی مقدار میں ایک سال اور گھٹ گیا، ایک سال کی نیکیوں کا موقع ہاتھ سے ضائع ہو گیا، ایک سال کی بداعمالیوں کی سیاہی نامۂ اعمال میں اور بڑھ گئی، کتنے ایسے ہوں گے جو اپنی اپنی سالگرہ کا جشن منانے کی تیاری کر رہے ہوں گے، جو سال نو کے طلوع پر ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے ہوں گے، جو ''نوروز'' کی خوشیاں منا رہے ہوں گے! پر کتنے ایسے ہیں جنھیں اس وقت کی بیش بہا دولت کے ضائع جانے پر تاسف ہو رہا ہو گا، جو یہ محسوس کر رہے ہوں گے کہ یہ دولت اب دوبارہ کسی طرح نہیں نصیب ہو سکتی اور جو اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں کو یاد کر کے ان کی تلافی، آنسوؤں کے موتیوں سے کر رہے ہوں گے!

''وقت گذر گیا'' ''وقت چلا گیا'' اس قسم کے فقرے جو آپ رات دن بولتے رہتے ہیں، کبھی آپ نے ان کے معنیٰ پر غور کیا ہے، کبھی آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ وقت کے گذر جانے سے مفہوم کیا ہوتا ہے، اور یہ وقت جو چلا جاتا ہے، سو آخر کہاں جاتا ہے؟ سرے سے ناپید تو ہو نہیں جاتا، اور نہ یہ آپ کبھی کہتے ہیں۔ آپ تو ہمیشہ صرف اس قدر کہتے ہیں کہ وقت گیا۔ ہر جانے والا آخر کہیں نہ کہیں ہی جاتا ہے، پھر یہ وقت کہاں چلا جاتا ہے؟ ایک مسلمان کے لئے اس کا جواب کچھ دشوار نہیں۔ اُسے شروع ہی سے یہ بتا دیا گیا ہے کہ ہر شے خدا ہی کی طرف واپس جاتی رہتی ہے، پس وقت بھی وہیں جاتا ہے، اور ہر سال، ہر مہینہ، ہر ہفتہ، ہر روز، ہر گھنٹہ، ہر لحہ غرض وقت کا ہر حصہ وہیں چلا جاتا ہے اور اسی ذخیرۂ غیب میں جمع ہوتا چلا جاتا ہے۔ گویا فطرت کا وہ عظیم الشان خزانہ یا توشہ خانہ جس میں ہر شئ جمع ہو جاتی ہے، وہیں ہر گذرا ہوا وقت بھی بطور ایک امانت کے جمع ہوتا چلا جا رہا ہے۔

اب جس شے کو مذہب کی بولی میں قیامت اور روزِ محشر کہا جاتا ہے اس کی حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ گذرے ہوئے وقت کی واپسی اور بازگشت کا وقت ہوگا۔ ہر لمحہ اور ہر دقیقہ جو اسی دنیا میں گذر چکا ہے اور جو بطور امانت خزانہ غیب میں جمع ہوتا چلا جارہا ہے، اس وقت پھر از سرِ نو باہر لایا جائے گا اور ہر ''ماضی'' کا نقش ایک بار پھر ''حال'' کے آئینہ میں نمودار ہو جائے گا!

ظاہر ہے کہ ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں کسی نہ کسی وقت کے اندر کرتے ہیں، پس وقت کی مراجعت و بازگشت کے صاف معنیٰ یہ ہیں کہ ہمارے سارے اعمال اور کرتوت، ہماری نیکیاں اور بدیاں، ہمارے قول اور فعل، ہمارے حرکات اور سکنات، سب کچھ ہمارے سامنے از سرِ نو لا حاضر کئے جائیں گے اور یہی مراد ہے یوم بعث و روزِ محشر سے۔

اب ارشاد ہو، آپ اس وقت کا سامنا کرنے کو تیار ہیں؟ آج جن چالاکیوں سے آپ دوسروں کا مال اُڑا رہے ہیں، اپنی جن ہوشیاریوں اور دانائیوں پر آج آپ خوش ہو رہے ہیں، زندہ دل ورنگین مزاج احباب کی صحبتوں میں آج آپ جو جو حرکتیں کر رہے ہیں، رات کی اندھیریوں میں آج آپ کو جن سیہ کاریوں کی مہلت مل رہی ہے، گھر کی خلوت میں آپ اپنے ظلم وغضبناکی کے جو نمونے پیش کر رہے ہیں، باہر کی جلوت میں آج آپ اپنی جس ریاکاری کی نمائش فرما رہے ہیں، ان میں سے ایک ایک شئی وقت کے رجسٹر میں درج ہو رہی ہے، وقت کے کیمرے میں اس کی تصویر اترتی جارہی ہے، جس وقت یہ رجسٹر کھل کر رہے گا، جس وقت یہ مرقع نظر کے سامنے آکر رہے گا، سوچئے اور سمجھئے کہ اس وقت آپ کے دل پر کیا گذرے گی؟ سنبھلیئے کہ ابھی سنبھلنے کا موقع باقی ہے۔ جاگئے بہت سو چکے، روئیے کہ بہت ہنس چکے، حاصل کیجئے کہ بہت ضائع کر چکے۔ پچھلا سال اگر بالکل غفلتوں اور نادانیوں کی نذر ہو چکا ہے تو اس سے سبق لیجئے اور دل میں پختہ عہد کیجئے کہ اگر زندگی ہے تو زندگی کا یہ سال بے کار نہ جانے پائے گا۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ

اصلاحی مضامین

# گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹادی

از: مولانا محمد معراج حسامی*

## احساسِ زیاں:

سال 2020 کئی یادوں اور غموں کے ساتھ جدا ہو چکا ہے، اس سال ہمارے کئی عزیز و اقارب، نامی گرامی ہستیاں، اساتذہ و مشائخ، محدثین و مفسرین داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے ہیں، مؤقر و مخلص علماء اور خدا کے برگزیدہ بندوں کی رحلت سے امت یتیم ہو چکی ہے۔ بارہ مہینے (365 دن) کا اگر ہمیں احساس ہو اور ہونا بھی چاہیئے کہ گزشتہ برس ہم نے کس طرح بے عملی اور بے سمتی میں ضائع کیا؟ اور ان غفلتوں کے نتیجے میں ہم کن کن المیوں سے دوچار ہوئے؟ کتنے اربوں کا خسارہ ہمارے حصّے میں آیا، دنیا سے ہم اَور کتنے پیچھے چلے گئے؟ کتنے لوگ ہیں جو بے روزگار ہو گئے، کتنے ایسے مالیاتی ادارے ہیں جو ٹھپ پڑ گئے؟ کچھ لوگوں کے لیے یہ سال بہت اچھا رہا ہو گا لیکن بیشتر لوگوں کے لیے باعثِ زحمت بھی رہا، جس طرح کوئی وقت اور کوئی سال نہ کسی کا انتظار کرتا ہے نہ صبحِ قیامت تک کرے گا، اسی طرح سال ۲۰۲۱ بھی آغاز کے ساتھ بلا کسی تاخیر کے داغِ مفارقت دینے کے لئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

سال کے گذرتے ہی انسان نے اپنی حیاتِ مستعار کی ایک منزل اور طے کر لی اور سمجھ بیٹھا کہ میں بڑا ہو گیا لیکن اس کا ماضی اُسے بار بار احساس دلاتا رہے گا کہ یہ احتساب ابھی باقی ہے کہ اس نے کیا کھویا اور کیا پایا؟ زندگی کے سفر میں کتنا کامیاب اور کتنا ناکام رہا؟ خدا کی مرضیات پوری ہوئیں یا اس سے غافل رہا؟، شاعر کا یہ شعر اس کا ذہنی وفکری شعور بیدار کرنے کے لئے کافی ہے:

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹادی

## نہایت قیمتی سرمایہ:

غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ انسان کے لئے نہایت قیمتی سرمایہ اور بہت بڑی نعمت ''وقت'' ہے، انسان

سمجھتا ہے کہ اس کی عمر بڑھ رہی ہے، اس کے اوقات بڑھ رہے ہیں؛ لیکن درحقیقت عمر گھٹتی جاتی ہے اور ہر لمحہ وقت کی متاع گراں مایہ اس کے ہاتھوں سے نکلتی جاتی ہے۔

ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم
چپکے چپکے، رفتہ رفتہ، دم بہ دم

وقت کی اور زندگی کی قدر و قیمت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں کتنے ہی مقامات پر وقت اور زمانہ کی قسم کھائی ہے، کبھی رات اور صبح کی قسم کھائی گئی، (اللیل:۲۱، مدثر:۳۳-۳۴، تکویر:۱۷-۱۸) کبھی رات کے ساتھ شفق کی قسم کھائی گئی، (انشقاق:۱۶-۱۷) کبھی فجر اور اس کے ساتھ دس راتوں کی (الفجر:۱-۲) کبھی دن کی روشنی اور رات کے چھا جانے کی (الضحیٰ:۱-۲) اور کبھی خود زمانہ کی، (العصر:۱) دن و رات کی آمد و رفت اور سورج و چاند کے طلوع و غروب سے اوقات کا علم ہوتا ہے، قرآن مجید نے جابجا اللہ کی نعمت کی حیثیت سے ان کا ذکر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت میں انسان سے اس کی عمر کے بارے میں بھی سوال فرمائیں گے، کہ کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی، جس میں نصیحت حاصل کرنے والے لوگ نصیحت حاصل کرسکیں ''أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ'' (الفاطر:۳۷)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو خواب غفلت سے بیدار ہونے، اپنا محاسبہ کرنے، اور فضولیات میں زندگی برباد ہونے سے بچانے کا اشارہ دیا ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن (جب حساب کے لئے بارگاہ خداوندی میں پیشی ہوگی تو) آدمی کے پاؤں سرک نہ سکیں گے جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے گا، اک اس کی پوری زندگی اور عمر کے بارے میں، کہ کن کاموں میں اس کو ختم کیا، دوسرا خصوصیت سے اس کی جوانی (اور قوتوں) کے بارے میں، کہ کن مشاغل میں جوانی اور اس کی قوتوں کو بوسیدہ اور پرانا کیا، اور تیسرا اور چوتھا مال و دولت کے بارے میں، کہ کہاں سے اور کن طریقوں اس کو حاصل کیا تھا اور کن کاموں اور کن راہوں میں اس کو صرف کیا، اور پانچواں سوال یہ ہوگا کہ جو کچھ معلوم تھا اس کے بارے میں کیا عمل کیا؟ (معارف الحدیث ۲/۱۴۴ بحوالہ ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں کسی چیز پر اتنا نادم اور شرمندہ نہیں ہوا جتنا کہ ایسے دن کے گزرنے پر جس کا سورج غروب ہوگیا جس میں میرا ایک دن کم ہوگیا اور اس میں میرے عمل میں اضافہ نہ ہوسکا۔ (قیمۃ الزمن عندالعلماء، بقلم شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ ص:۲۷)

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ: اے ابن آدم! تو ایام ہی کا مجموعہ ہے، جب ایک دن گزر گیا تو یوں سمجھ تیرا ایک حصہ بھی گزر گیا۔ (حوالہ بالا)

یقیناً جو لوگ فرصت کو اور فراغت کو غنیمت جانتے ہیں، اسکی اہمیت کا احساس رکھ کر فائدہ اٹھاتے ہیں وہی لوگ اپنی زندگی، اپنی جوانی، اپنے آمد و خرچ، اپنے علم و عمل کا دنیا ہی میں حساب کرتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سچے مسلمان ہونے کی خوبی یہ بتلائی ہے: "مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ"۔ (ترمذی ۲/ ۵۸) آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے وہ فضول چیزوں سے بچے۔

## ہماری حالت زار:

جب بھی شمسی سال قریب الختم ہوتا ہے اور نئے سال کی آمد ہوتی ہے تو مسلم معاشرہ میں فرحت وانبساط کے آثار دیکھے جاتے ہیں، اسلامی سال کے شروع اور ختم ہونے کی کانوں کان خبر نہیں ہوتی، مگر انگریزی سال کے استقبال میں ہر طرف جشن جیسا ماحول نظر آتا ہے، آتش بازیاں ہوتی ہیں، کیک کاٹے جاتے ہیں، مٹھائیاں تقسیم کی جاتی ہیں، ایک دوسرے کو خوب گرمجوشی کے ساتھ مبارکبادیاں دی جاتی ہیں، ایسے جنون و دیوانگی پر شاعر نے حسرت ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے ؎

اک سال گیا ایک سال نیا ہے آنے کو
پَر وقت کا اب بھی ہوش نہیں دیوانے کو

(ابن انشاء)

## ہمیں چاہئے کہ:

نیا سال خواہ وہ قمری ہو یا شمسی ہو اس کی ابتداء ذاتی تجزیہ و تجربہ سے کریں۔ اپنی ذمہ داریوں اور حقوق کی ادائیگی کے حوالے سے سال بھر کی کارکردگی کا جائزہ لیں۔ نئے سال کی ابتداء نیک حوصلے، اچھی اُمنگ اور نئی فکر وولولے سے کریں۔ سماج میں پائی جانے والی مہلک رسومات کا ساتھ دینے کے بجائے اس کے سد باب کی کوشش کریں، غیروں کی نقالی کے نقصانات کے بارے میں اہل علم سے رہنمائی حاصل کریں، زندگی کو شیطانی مکائد اور نفسانی رذائل سے دور رکھیں، فضول اور لایعنی امور میں مشغول رہ کر حیات مستعار کو برباد نہ کریں، فرصت کے لمحوں کو غنیمت جان کر اچھے کاموں میں بھرپور حصہ لیں، کچھ ایسے کام کر گزریں جو دارین میں باعثِ افتخار ہوں۔

بہرکیف ! یہ جو کئی سالوں سے ہمارے ملک میں جشن نوروز کی روش زور پکڑ رہی ہے، اس کے منفی پہلوؤں کی جانب توجہ دینا ازحد اہم ہے اور ضروری ہے۔

آیئے ! ہم عزم کریں کہ اب کی بار سالِ نو کی ابتداء نیکی، بھلائی اور فلاح کے کاموں سے کریں گے۔ مغرب کی طرز زندگی اور ان کی تہذیب کا مکمل بائیکاٹ کر کے ایک با مقصد زندگی گزارنے والے انسان اور اپنی دینی اور قومی روایات سے محبت کرنے والے سچے مسلمان کی طرح نیا سال گذاریں گے اور اس کے ساتھ ساتھ گذشتہ سال کی کمزوریوں اور کوتاہیوں کی تلافی کا پختہ ارادہ بھی کریں گے۔

یہ عمر اور زندگی جو ہم کو عطا ہوئی ہے وہ صرف آخرت کی ابدی زندگی کی تیاری کی خاطر عطا ہوئی ہے کہ ہم اس کے ذریعے آنے والی زندگی کو بہتر بنا سکیں اور اپنے اعمال کو اچھا کر سکیں۔ واللہ الموفق وھو المستعان

---

(بقیہ صفحہ ۴۴ سے)

مولانا ابن الحسن عباسی اہلِ علم میں اپنی علمیت اور تصنیف وتالیف کی وجہ سے بلند مقام رکھتے، بہت سے فضلاء کے لئے آپ کی تحریریں مشعل راہ ہیں، ان کی تحریروں اور اسلوب و انداز کو دیکھ کر طلباء نے لکھنا سیکھا، قلم پکڑنا آیا، زبان وادب کی حلاوت محسوس ہوئی، ذوقِ تحریر کو پروان چڑھانے کا جذبہ پیدا ہوا، اور جدت کے ساتھ ندرت، علم کے ساتھ ادب کو ایک لڑی میں پیرونے کا شوق نمایاں ہوا۔

آپ کی ولادت ۱۹۷۲ء میں ہوئی۔ آپ کا اصل نام مسعود عباسی تھا، قلمی نام ابن الحسن استعمال فرماتے۔ دارالعلوم کراچی سے ۱۹۹۳ء میں فراغت حاصل کی، ۱۹۹۳ء سے ۲۰۱۰ء تک جامعہ فاروقیہ میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ پھر ۲۰۱۰ء سے وفات تک جامعہ تراث الاسلام کے مہتمم و شیخ الحدیث رہے۔ سولہ سال تک وفاق المدارس کے ماہانہ ترجمان کے بانی مدیر بھی رہے۔ (حالات از: عبدالمتین منیری صاحب) آپ نے بڑی محنت کے ساتھ وفاق المدارس کی تاریخ ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان، ساٹھ سالہ تاریخ'' کے نام سے جمع فرمائی۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی تصنیفات موجود ہیں۔ اللہ تعالی غریق رحمت فرمائے، بلند درجات عطا کرے، اور آپ کی خدمات کو قبول فرما کر ثواب جاریہ بنائے۔ آمین

حفظانِ صحت

# حیات انسانی کولاحق ایک سنگین خطرہ

مولانا سید احمد ومیض ندوی مدظلہٗ

دین وایمان کے بعد اس دنیا میں انسان کو ملنے والی سب سے بڑی نعمت صحت وتندستی ہے، جس کے بغیر دنیا کی ساری نعمتیں بے فیض ہیں، صحت سے محروم انسان نہ زندگی کی مختلف سرگرمیوں میں حصہ لے سکتا ہے اور نہ دوسری نعمتوں سے استفادہ کرسکتا ہے، زندگی دراصل صحت ہی سے عبارت ہے، دنیا وآخرت کے تمام سرفرازیاں صحت وتندرستی پر موقوف ہیں، صحت وتندرستی دراصل انسان کے پاس اللہ کی امانت ہے، جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے دیگر فرائض کا پابند ہے اسی طرح وہ اس بات کا بھی پابند ہے کہ وہ خود کو ان چیزوں سے محفوظ رکھے جو اس کی صحت کو برباد کرسکتی ہیں، جس طرح کسی انسان کے لیے خودکشی کرکے اپنی جان ختم کرلینا حرام ہے اسی طرح صحت کو برباد کرنے والی ان چیزوں کا استعمال بھی نادرست ہے جو بتدریج اسے موت کی طرف ڈھکیلتی ہے، فی زمانہ صحتِ انسانی کو برباد کرکے اسے ہلاکت کی غاروں میں ڈھکیلنے والی جو چیزیں معاشرے میں خوب عام ہیں ان میں ایک تمباکو نوشی اور سگریٹ کا استعمال ہے، ۳۱ رمئی کی تاریخ جسے دنیا بھر میں عالمی یوم انسدادِ تمباکو نوشی کے طور پر منایا جاتا ہے، ہر سال اس دن کو تمباکو نوشی کے مضر اثرات سے عوام کو محفوظ رکھنے اور اس کے استعمال سے صحت پر پڑنے والے مہلک اثرات کے تعلق سے شعور بیدار کرنے کے لیے مختلف پروگراموں کا اہتمام کیا جاتا ہے، اس سال بھی شہر حیدرآباد میں ڈی ایس ریسرچ سنٹر کی جانب سے عوامی شعور بیداری مہم چلائی گئی اور مختلف تحقیقاتی اداروں کی جانب سے اس سلسلہ میں جو اعداد وشمار پیش کیے گئے ہیں وہ انتہائی تشویشناک ہیں، ڈی ایس ریسرچ سنٹر کے مطابق دنیا بھر میں تمباکو کے استعمال سے سالانہ بیس لاکھ افراد امراضِ قلب اور کینسر میں مبتلا ہوکر موت کے شکار ہوجاتے ہیں، حیرت ہے کہ مسلم معاشرہ میں لوگ ماہِ رمضان میں بھی سگریٹ اور تمباکو نوشی سے باز نہیں آتے جبکہ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ افطاری کے فوری بعد سگریٹ نوشی سے قلب پر حملہ کا خطرہ پیدا ہوتا ہے، انسٹی ٹیوٹ آف ہارٹ ڈسیز میں رمضان کے حوالہ سے ہونے والے ایک پروگرام سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر انعام دانش نے ترکی میں ہونے والی تحقیق کے حوالہ سے کہا ہے کہ افطاری کے فوراً

* استاذِ حدیث جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدرآباد

بعد سگریٹ نوشی کے مضر اثرات نہایت خطرناک ہوتے ہیں، بلڈ پریشر اچانک بڑھ جانے سے دل کے دورہ کا بھی احتمال رہتا ہے جو فوری موت کا باعث ہوسکتا ہے (روزنامہ سیاست ۳۱ مئی ۲۰۱۸ء)

ایک حالیہ سروے کے مطابق اقوامِ متحدہ کی جانب سے بتایا گیا ہے کہ دنیا میں تمباکو نوشی کرنے والوں کی تعداد لگ بھگ دو بلین (دو ارب) ہے جن میں ۴۵ ؍فیصد مرد اور ۲۲ ؍فیصد خواتین شامل ہیں، اقوامِ متحدہ کی رپورٹ کے مطابق ہر سال دنیا بھر میں تمباکو کے استعمال کے نتیجہ میں ۱.۵ ملین خواتین ہلاک ہوجاتی ہیں جبکہ آئندہ بیس سال کے عرصہ میں ان کی تعداد دگنی ہوجائے گی، تمباکو نوشی اور تمباکو سے تیار ہونے والی اشیاء کے استعمال میں ہمارا ملک بھی کچھ پیچھے نہیں ہے، ہندوستان میں تمباکو سے تیار ہونے والی چیزوں کے استعمال کرنے والوں کی تعداد ۲۵ ؍کروڑ ہے جن میں ۱۶ ؍فیصد سگریٹ، ۴۴ ؍فیصد بیڑی اور ۴۰ ؍فیصد دیگر طریقوں سے تمباکو استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے ملک میں سالانہ دس لاکھ لوگ کینسر سے متاثر ہوتے ہیں، برطانوی میگزین ''لاسنٹ'' نے حال ہی میں ہندوستان کے حوالہ سے جو رپورٹ شائع کی ہے وہ رونگٹے کھڑی کرنے والی ہے، رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۰ء میں ہندوستان میں ۵۶ ؍ہزار اموات میں سے ۱۷ ؍فیصد اموات تیس سے انچالیس عمر کے لوگوں کی تھی، راجستھان سمیت نو پسماندہ ریاستوں کے مقابلہ میں کیرالا، مغربی بنگال اور کشمیر کی حالت اور بھی نازک ہے، وہاں اموات کی شرح چار گنا زیادہ ہے، مغربی بنگال کی ۵۷ ؍فیصد آبادی کسی نہ کسی شکل میں تمباکو کا استعمال کرتی ہے۔ (روزنامہ راشٹریہ سہارا ۳۱ مئی ۲۰۱۳ء)

افسوس ناک بات یہ ہے کہ کم عمر بچوں میں یہ لعنت تیزی کے ساتھ جڑ پکڑتی جارہی ہے، ماہرین کے مطابق سگریٹ اور دیگر اقسام کے تمباکو کے استعمال کا تجربہ کرنے والوں کی عمر میں کمی تشویش ناک حد تک چونکا دینے والے انداز میں گیارہ تا بارہ سال تک پہنچ گئی ہے، ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (WHO) کی جانب سے گزشتہ سالوں میں پورا ایک سال عالمی سطح پر تمباکو کے عدم استعمال کا موضوع رکھا گیا، ماہرین کا کہنا ہے کہ ہندوستان میں تمباکو کا ابتدائی استعمال کرنے والوں میں تشویشناک حد تک کم عمر نوجوان شامل ہیں۔ میکس ہاسپٹل کے دماغی صحت کے ماہر سمیر ملہوترا نے بتایا کہ سگریٹ اور دیگر اقسام کے تمباکو کا ابتدائی استعمال کرنے والوں کی عمر ۱۰ تا ۱۶ سال تھیں، جبکہ اب ان کی عمریں ۱۱ تا ۱۲ ؍سال ہوگئی ہیں۔ (روزنامہ منصف ۳۱ مئی ۲۰۱۳ء)

تمباکو نوشی کے ہولناک اثرات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا بھر میں ہر روز تقریباً ۱۳ ؍ہزار افراد تمباکو نوشی کے سبب موت سے ہمکنار ہوجاتے ہیں۔

**تمباکو کا آغاز:** تمباکو کا آغاز کب کیسے اور کہاں ہوا؟ اس تعلق سے ایک رائے یہ ہے کہ تمباکو کے پتوں کی

دریافت باقاعدہ پہلی بار کولمبس نے کیوبا کے سفر کے دوران کی تھی، ۱۴۹۲ء میں جب کولمبس نے کیوبا کے ساحل پر پڑاؤ ڈالا تو وہاں کے باشندوں کو اس نے ان پتوں کو سونگھتے، چباتے اور پیتے دیکھا پھر اس کے ردعمل پر غور کیا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے استعمال کرنے والوں پر ان پتیوں کا بڑا گہرا اثر ہوا ہے، ۱۵۶۰ء میں فرانس کے سفیر برائے پرتگال نے قیدی جہاز رانوں سے یہ پتیاں حاصل کی، اسے بتایا گیا تھا کہ ان پتیوں کے لگانے سے زخم مندمل ہو جاتے ہیں اور اس سے السر کا علاج بھی کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ ان کو وبائی امراض جیسے طاعون وغیرہ میں بھی بچنے میں مؤثر خیال کیا جاتا ہے کیوبا میں جو اسپین سے جہاز ملاح وغیرہ آئے وہ اسپین لوٹتے ہوئے تمباکو کے پتے بھی لائے اس کی وجہ سے اسپین فرانس اور جرمنی میں سگار بننے شروع ہو گئے، یہ سب ۱۷۸۶ء میں ہوا۔

(اردو کالمس آن لائن ۱۰؍جون ۲۰۱۳ء)

سگریٹ کی باقاعدہ ایجاد کے سلسلہ میں ٹوبیواں ہسٹری نامی کتاب کے مصنف اردن گڈمین کا کہنا ہے کہ اگرچہ وہ کسی شخصِ خاص کا نام لینے سے اجتناب کریں گے لیکن امریکہ کے جیمز سکانن ڈیوک سگریٹ کی ایجاد کے ذمہ دار تھے، وہ نہ صرف سگریٹ کو اس کی موجودہ شکل دینے کے ذمہ دار ہیں بلکہ انہوں نے سگریٹ کی مارکٹنگ اور ترسیل میں بھی اہم کردار ادا کیا، جس سے ساری دنیا میں اس کی مقبولیت میں اضافہ ہوا، 1880ء میں 24؍سال کی عمر میں ڈیوک نے ہاتھ سے بنی سگریٹ کے کاروبار میں قدم رکھا، شمالی یرولائنا کے شہر میں کچھ لوگوں نے مل کر ڈیوک اور ڈریم کے نام سے سگریٹ بنانے کی شروعات کیں جس کے دونوں کونوں کو موڑ کر بند کیا جاتا تھا، دو سال بعد ڈیوک نے جیمز یونسی نامی نوجوان کے ساتھ کام کرنا شروع کیا جس کا کہنا تھا کہ وہ مشین سے سگریٹ بنا سکتا ہے، اسے یقین تھا کہ ہاتھ سے بنے چھوٹے یا بڑے سائز کی جگہ لوگ مشین سے بنی ایک ہی سائز کی سگریٹ پینا پسند کریں گے، ساتھ ہی اس وقت ڈیوک کے کارخانہ میں جہاں ایک شفٹ میں ہاتھ سے تقریباً دو سو سگریٹ بنائے جاتے تھے وہیں اس نئی مشین سے ایک دن میں ایک لاکھ بیس ہزار سگریٹ تیار ہونے لگے، جب کہ اس وقت امریکہ میں صرف ۲۴؍ہزار سگریٹ کی کھپت ہوتی تھی، اردن گڈمین کہتے ہیں کہ مسئلہ یہ تھا کہ پیداوار زیادہ تھی لیکن فروخت کم اس لیے ڈیوک کو اب سگریٹ فروخت کرنے کے لیے نئے طریقے تلاش کرنے تھے وہ طریقہ تھا اشتہارات اور مارکٹنگ کا، ڈیوک نے گھڑ دوڑ کو اسپانسر کرنا مقابلہ حسن میں مفت سگریٹ تقسیم کرنا اور جرائد میں اشتہارات دینا شروع کیا، ۱۸۸۹ء میں ہی سگریٹ کی مارکٹنگ پر اس نے ۸؍لاکھ ڈالر خرچ کیے جو آج کے دو کروڑ پچاس لاکھ ڈالر سے بھی زیادہ تھے، امریکہ میں پاؤں جمانے کے بعد ڈیوک نے

برطانیہ کا رخ کیا، ۱۹۰۲ء میں اس نے برطانیہ کی امپرل ٹوبیو کمپنی کے ساتھ مل کر برٹش امریکن ٹوبیو نامی کمپنی قائم کی۔(روزنامہ اسلام ۲۸؍جنوری ۲۰۱۳ء)

## سگریٹ نوشی کی تباہ کاریاں:

کسی کہنے والے نے بالکل سچ کہا ہے کہ اگر آپ سگریٹ پئیں گے تو سگریٹ آپ کو کھا جائے گا اور یہ بھی بجا ہے کہ اس کے ایک سرے پر آگ ہوتی ہے اور دوسرے سرے پر بیوقوف، پیسہ دے کر ہلاکت خریدنے والوں سے زیادہ کم عقل اور کون ہوسکتا ہے؟ سگریٹ نوشی صحتِ انسانی کے لیے کس قدر مہلک ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ میڈیکل تجرباتی لیباریٹری میں جب مینڈک کو زندہ لایا جاتا ہے تو اس کا چیر پھاڑ کرنے سے پہلے اسے بیہوشی کے عمل سے گزارا جاتا ہے جس کے لیے مینڈک کے منہ میں سگریٹ کا تمبا کو بھرا جاتا ہے اس سے وہ بیہوش ہوجاتا ہے، پھر میڈیکل تجربات کرنے والے سرجن بآسانی چیر پھاڑ کرکے اس کے اندرونی نظاموں کا جائزہ لیتے ہیں، سگریٹ کی عادت آدمی کو دیمک کی طرح اندر سے کھوکھلا کردیتی ہے، عالمی ادارۂ صحت نے خبردار کیا ہے کہ اگر سگریٹ نوشی کے سدِ باب کے لیے ضروری اقدامات نہ کیے گئے تو آئندہ ۳۰؍برسوں میں ۱۰؍کروڑ افراد تمباکو سے متعلقہ بیماریوں کی وجہ سے موت کا شکار ہوجائیں گے، یہ تعداد ایڈز، ٹی بی، کار حادثوں اور خودکشی سے ہونے والی کل اموات سے بھی زیادہ ہے، سگریٹ نوشی اور تمباکو اشیاء کے استعمال کے اس قدر نقصانات ہیں کہ صحیح معنوں میں ان کا ادراک بھی مشکل ہے سگریٹ جس تمباکو سے بنتی ہے اس میں چار ہزار کیمیکل شامل ہوتے ہیں جن میں سے پچاس کینسر پیدا کرنے والے ہوتے ہیں، پھیپھڑوں کے کینسر اور سگریٹ نوشی میں چولی دامن کا ساتھ ہے، اس وقت پوری دنیا میں دل اور سانس کے عارضہ سے ہونے والی اموات میں سے ۶۸؍فیصد کی وجہ تمباکو کا استعمال ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ایک سگریٹ انسان کی عمر ساڑھے پانچ تا آٹھ منٹ کم کردیتا ہے، تمباکو میں نکوٹین کی شکل میں پایا جانے والا مادہ دل اور شریانوں کے لیے انتہائی مضر ہے، یہ ایک طرح کا نشیلا زہر ہے جس سے دل کی دھڑکن تیز ہوجاتی ہے اور عارضی طور پر بی پی میں اضافہ ہوتا ہے، ایک سگریٹ پینے کے نتیجہ میں بلڈ پریشر تیس منٹ سے ایک گھنٹہ تک زیادہ رہتا ہے، تمباکو کے دھوئیں میں دوسرا زہریلا مادہ کاربن مونو اکسائیڈ ہوتا ہے جو صحتِ انسانی کے لیے انتہائی تباہ کن ہے۔ ماہرین کے مطابق تمباکو نوشی کرنے والے تمباکو کے ہر کش کے ساتھ چار ہزار سے زائد کیمیائی مادے اپنے جسم میں داخل کرتے ہیں، تمباکو نوشی کی ہلاکت خیزی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس جگہ تمباکو نوشی کی جاتی ہے اس کی فضاء میں بھی زہریلے مادے شامل ہوجاتے ہیں، اس سے تمباکو نوشی نہ کرنے والے بھی زد میں آجاتے

ہیں، چین میں کی گئی ایک تحقیق کے مطابق ایسے افراد جو خود تو سگریٹ نوشی نہیں کرتے لیکن ایسی فضاء میں سانس لیتے ہیں جہاں سگریٹ کا دھواں پایا جاتا ہے ان میں یادداشت کی کمی سے متعلق ایک مرض ڈیمنشائے میں مبتلا ہونے کے امکانات دیگر لوگوں کی نسبت زیادہ ہوتے ہیں، یہ ایک ایسا مرض ہے جس سے انسان کی یادداشت آہستہ آہستہ ختم ہوتی چلی جاتی ہے، چین کا شمار دنیا کے ان ممالک میں سرفہرست کیا جاتا ہے جہاں تمباکو کا استعمال بہت زیادہ ہے، چین میں ۳۰۰/کروڑ افراد سگریٹ نوشی کرتے ہیں، جبکہ چین میں بڑی عمر کے افراد میں ڈیمنشائے کا مرض لاحق ہونے کی شرح بھی بڑھتی جارہی ہے، لندن کے کنگز کالج نے مختلف چینی صوبوں میں ۶۰/سال سے زائد عمر کے تقریبا چھ ہزار افراد تک سگریٹ نوشی کی وجہ سے بننے والے دھوئیں اور ڈیمنشائے کے مرض کے درمیان کسی ممکنہ ربط یا تعلق پر تحقیق کے نتائج کے مطابق ان میں دس فیصد افراد ڈیمنشائے کی بیماری میں مبتلا تھے۔ (اردو ڈاٹ کام)

## تمباکو میں موجود کیمیائی مادے:

تمباکو کی زہرناکی کا صحیح اندازہ اس وقت ہوگا جب اس میں موجود زہریلے مادوں کے صحتِ انسانی پر پڑنے والے اثرات کی جانکاری ہو۔ ماہرین کے مطابق تمباکو میں درجِ ذیل کیمیائی مادے ہوتے ہیں:

(1) کولتار: سگریٹ میں شامل ٹار یا تارکول بھوری رنگ کا ایک مادہ ہوتا ہے جو سگریٹ نوشی کرنے والوں کے پھیپڑوں میں جمع ہوتا رہتا ہے، یہ کولتار ان نازک بالوں کو جو پھیپڑوں میں جانے والی ہوا صاف کرتے ہیں ساکت کردیتی ہے اور ہوا کے راستے میں رکاوٹ کا سبب بنتی ہے اس کے علاوہ پھیپڑوں کی اندرونی جلد کو بھی نقصان پہنچاتی ہے، مزید برآں یہ سانس کی نالیوں، نرخرے اور پھیپڑوں میں خراب اور سوزش کی موجب بھی ہے۔

(2) کاربن مونو اکسائیڈ: سگریٹ کے دھوئیں میں ایک سے ڈھائی فیصد تک کاربن مونو اکسائیڈ ہوتی ہے، یہ وہی گیاس ہے جو گاڑیوں کے دھوئیں میں ہوتی ہے، یہ زہریلی گیاس خون میں پہنچتے ہی آکسیجن کی جگہ لے لیتی ہے، اس طرح سگریٹ نوشی کرنے والے کے قلب کو آکسیجن کی فراہمی کم ہوجاتی ہے، یہ گیاس قلب اور پھیپڑے کے مریضوں کے لیے انتہائی خطرناک ہوتی ہے، اس کی وجہ سے تمباکو نوش کا سانس پھولنے لگتا ہے اور اس میں توانائی کم ہونے لگتی ہے۔ اس سے خون کی رگوں کے اندرونی راستے کو نقصان پہنچتا ہے اور وہاں چربی کے جمع ہونے کی وجہ سے وہ تنگ ہوجاتی ہیں۔

(3) کرسیول: ایک طاقتور جراثیم کش مادہ ہے اور فینولی سے تقریبا چار گنا زیادہ اثر کرتی ہے۔

(4) سائینائیڈ: یہ زہر بھی سگریٹ کے دھوئیں میں پایا جاتا ہے، اس کے چند قطرے سونگھ لینے سے

انسان چند منٹوں میں موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔

(5) پولونیم: جوہری فضلہ ہے جو صحتِ انسانی کے لیے سخت مضر ہے۔

(6) نائٹروسامائن: یہ کینسر پیدا کرنے والا جز ہے جو تمبا کو کا لازمی جز ہے اور تمبا کو نوش افراد کو مختلف قسم کے کینسر میں مبتلا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔

(7) ایسی ٹون: یہ وہ مادہ ہے جو مختلف قسم کے پینٹ اور ناخن پالش وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے اور انسانی صحت کے لیے ضرر رساں ہے۔

(8) امونیا: یہ مادہ روزمرہ کے استعمال میں ٹائلٹ اور فرش وغیرہ صاف کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور سخت مضرِ صحت ہے، یہ پھیپڑوں کو جلا دیتا ہے، یہ ایک زہریلی گیس ہے جس سے دم گھٹتا ہے اور موت بھی واقع ہوسکتی ہے۔

(9) کیڈسیم: یہ گاڑی کی بیٹری میں استعمال ہوتا ہے اور انسانی صحت کے لیے نقصاندہ ہے۔

(10) نکوٹین: ایک نامیاتی مرکب ہے جو کہ پودے میں اس کے کل وزن کا پانچ فیصد ہوتی ہے، یہ تمبا کو کا نشہ آور جز ہے، جو سگریٹ پان گٹکھے وغیرہ میں لذت وسرور کے لیے استعمال ہوتا ہے، سگریٹ کا کش لیتے ہی یہ بڑی تیزی سے منہ کی جھیلوں میں خوب جذب ہوکر خون میں پہونچتا ہے اور پھر فوراً دماغ میں پہنچ جاتا ہے، بہت معمولی سی مقدار میں جذب شدہ نکوٹین خون میں گلوٹامین وغیرہ کی موجودگی میں اولاً دل اور نبض کی رفتار کو تیز کرتی ہے، اس کی وجہ سے تمبا کو نوش خود کو زیادہ چاق وچوبند محسوس کرتا ہے۔ (روزنامہ اسلام 28/جنوری 2013)

## سگریٹ نوشی سے لاحق ہونے والی بیماریاں:

سگریٹ نوشی انسان کے لیے سمِ قاتل اور صحت کی دشمن ہے، اس سے کئی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، یہ انسانی صحت کے نظام کو درہم برہم کردیتی ہے، اطباء نے سگریٹ نوشی سے پیدا ہونے والی درجِ ذیل بیماریوں کو شمار کیا ہے: (1) پھیپڑوں کا سرطان (2) پھیپڑوں کی سوجن (3) قلب پر حملہ کا خطرہ (4) دورانِ خون میں سستی اور کمی (5) فالج کا خطرہ (6) قلب اور دماغ کی رگوں کی تنگی (7) منہ زبان اور گلے کے سرطان کا خطرہ (8) مزمن کھانسی (9) عضلات کی صحت وتوانائی اور قوتِ برداشت کی کمی (10) میدے کا السر (11) سانس پھولنے کا مرض (12) اعضاء تولید کی کمزوری (13) جلد کے مختلف امراض (14) مثانے لبلبے گردے اور عورتوں میں فم رحم کے سرطان کا خطرہ جو کہ دماغ میں بھی منتقل ہوسکتا ہے۔

سگریٹ اور تمباکو نوشی کی تباہ کاریاں یہیں تک ختم نہیں ہوتی، ایک تحقیقی رپورٹ کے مطابق ہر سگریٹ زندگی سے گیارہ منٹ چھین لیتی ہے، سگریٹ نوشی سے نقصان ہونے کے عمل کو محض پندرہ منٹ سے بیس منٹ لگتے ہیں، سگریٹ نوشی سے انسانی جسم پر مضر اثرات سالوں میں نہیں بلکہ منٹوں میں مرتب ہوتے ہیں، سگریٹ نوشی کے دوران صرف دس فیصد دھواں سگریٹ نوش کے پھیپڑوں تک پہنچتا ہے باقی 85/فیصد دھواں فضاء میں پھیل جاتا ہے اور دوسرے لوگوں خاص طور پر بچوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ امریکہ کی یونیورسٹی میں منی سوٹا کی ٹیم کی تحقیق کے مطابق جو کیمیائی مادہ کینسر کا سبب بنتا ہے وہ کیمیائی مادہ سگریٹ نوشی کے سبب انسانی جسم میں بہت تیزی سے بنتا ہے، تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ بالواسطہ سگریٹ نوشی سے اندھے پن کا خطرہ بڑھ جاتا ہے، تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ پانچ سال کے عرصہ تک دھوئیں کے ساتھ رہنے سے اندھے پن کا خطرہ دگنا ہو جاتا ہے، برطانیہ میں اس وقت تقریباً پانچ لاکھ لوگ اس بیماری کا شکار ہیں، ویلنگٹن اسکول آف ہیلتھ اینڈ کینسر کے مطابق عمر اور سماجی پس منظر چاہے کچھ بھی ہو سگریٹ نوشی کرنے والوں میں اموات کی شرح پندرہ فیصد سے زیادہ دیکھی گئی ہے۔ برٹش میڈیا جنرل میں چھپنے والی ایک رپورٹ کے مطابق سگریٹ پینے سے عام شخص کی عمر میں دس سال کی کمی آجاتی ہے۔ (میگزین ایڈیشن روزنامہ اسلام 28/جنوری 2013ء) علاوہ ازیں تمباکو نوشی نوجوانوں کی قوتِ ارادی اور قوتِ مدافعت کو تباہ کر دیتی ہے جس سے دماغی نشوونما میں کمی آجاتی ہے۔

## سگریٹ نوشی کے عوامل و محرکات:

جہاں تک سگریٹ نوشی کے عوامل و محرکات کا تعلق ہے تو وہ نفسیاتی، سماجی، خاندانی، معاشی اور سیاسی نوعیت کے ہیں، قریب البلوغ بچے بالعموم سگریٹ نوشی کو خاندانی معاشرے کے خلاف بغاوت میں معین و مددگار وسیلہ خیال کرتے ہیں، گویا سگریٹ نوشی انہیں اپنے وجود کو منوانے کا مؤثر ذریعہ معلوم ہوتی ہے جب ایک طالبِ علم ماحول کو تبدیل کرنے میں خود کو ناکام محسوس کرتا ہے تو ایک طرح کی نفسیاتی کشیدگی سے دوچار ہو جاتا ہے جس کے ازالہ کے لیے سگریٹ نوشی کا سہارا لیتا ہے، بہت سے نوجوان اس خام خیالی کا شکار رہتے ہیں کہ سگریٹ نوشی سے آدمی میں خود اعتمادی اور انہیں داخلی طور پر تحفظ کا احساس ہوتا ہے، بعض نوجوان احساسِ شرمندگی اور ناکامی کی خفت کو مٹانے کے لیے بھی سگریٹ نوشی کو گلے لگا لیتے ہیں، سگریٹ نوشی کے خاندانی عوامل بھی ہیں مثلاً یہ کہ خاندان میں بڑوں کا سگریٹ نوش ہونا بچوں پر اثر انداز ہوتا ہے، بچے اپنے ماحول سے اثر لیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ نوعمر بچوں میں سگریٹ نوشی کی شرح ان گھرانوں میں زیادہ ہے جہاں گھر کے بڑے سگریٹ نوشی کے عادی ہیں کئی تحقیقاتی رپوٹوں سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ماں باپ کی دیکھا دیکھی بچے بھی سگریٹ نوش بن

گئے ،متمول گھرانوں میں مال و دولت کی فراوانی بھی جوانوں کوسگریٹ نوشی کا عادی بنا رہی ہے، چنانچہ تربیت سے محروم ایسے گھرانوں کے بچے اکثرسگریٹ نوش نظر آتے ہیں، جہاں تک سگریٹ نوشی کے سماجی اور معاشرتی عوامل کا تعلق ہےتو یہ جان لینا چاہیے کہ ان عوامل کا بھی بڑا دخل ہے، بیشتر نوجوان اور کم عمر بچے محض تجسس میں سگریٹ نوشی شروع کرتے ہیں کہ دیکھیں آخر اس میں کیا لطف ہے، بہت سے لوگ بڑھتے ہوئے معاشی مشکلات سے جب ذہنی تناؤ کا شکار ہوجاتے ہیں توسگریٹ نوشی میں انہیں ایک طرح کی راحت محسوس ہونے لگتی ہے۔

## چھٹکارا کیسے حاصل کریں؟:

نوجوانوں اور بچوں اور دیگر افراد کوسگریٹ نوشی سے نجات دلانے کے لیے بیداریٔ شعور کا کام انتہائی ضروری ہے،لوگوں میں اس بات کا شعور بیدار کیا جائے کہ صحت اور زندگی اللہ کی امانت ہے، اسی سے انسان دنیا اور آخرت میں سرخروئی حاصل کرتا ہے،صحت کو برباد کرنا دراصل اپنی دنیا وآخرت کو برباد کرنا ہے،شرعی نقطہ نظر سے جس طرح خودکشی کرنا حرام ہے اسی طرح بتدریج موت کی طرف ڈھکیلنے والی مضرِ صحت اشیاء کا استعمال کرنا بھی ناجائز ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہے **ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة** اپنے ہاتھوں سے خودکو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ سگریٹ نوشی سے جہاں صحت برباد ہوتی ہے وہیں دولت کا ضیاع بھی ہے،لوگ ہزاروں روپیے مہلک کشوں میں ضائع کردیتے ہیں جبکہ کل قیامت کے دن پائی پائی کا حساب لیا جائے گا۔سگریٹ نوش انسان دوسروں کی اذیت کا باعث بنتا ہے،سگریٹ نوشی سے منہ میں مکروہ بدبو پیدا ہوتی ہے جس سے ہر شخص کو تکلیف ہوتی ہے جو اس سے گفتگو کررہا ہوتا ہے یا نماز میں اس کے بازو کھڑا ہوتا ہے مساجد میں جہاں کچی پیاز اور لہسن کھا کرآنے کی ممانعت ہے وہیں اس ممانعت میں ہر وہ چیز داخل ہے جو آدمی کے منہ میں بدبو پیدا کرتی ہے۔

والدین اور گھر کے سرپرستوں کو چاہیے کہ اگر وہ اس بلا میں گرفتار ہیں تو کم از کم اپنے بچوں کی خاطر اس سے گریز کریں ورنہ پڑوسی کا دیکھا دیکھی اور بچے بھی عادی ہوجائیں گے، اس لعنت سے چھٹکارے کے لیے گھریلو تربیت بھی ضروری ہے۔

نیز اسکولوں اورتعلیم گاہوں میں ذہن سازی ناگزیر ہے یا نصابِ تعلیم میں کوئی ایسا مضمون شامل کیا جانا ضروری ہے جس میں سگریٹ نوشی کے نقصانات پر روشنی ڈالی گئی ہو۔

نقوشِ رفتگاں

# علم وادب کی محفل سونی ہوگئی!

## (مولانا ابن الحسن عباسیؒ کا سانحہ ارتحال)

مفتی محمد صادق حسین قاسمی کریم نگری*

علم وادب کی دنیا کے لئے یقیناً یہ خبر نہایت اندوہ ناک ہے کہ صاحبِ طرز ادیب، ممتاز قلم کار ومصنف حضرت مولانا ابن الحسن عباسی صاحبؒ بھی دنیا سے رخصت ہوگئے۔ گزشتہ چند دنوں کے دوران بطور خاص پڑوسی ملک کے ممتاز علماءِ کرام کی رحلت ہوئی اور علمی دنیا کا بڑا خسارہ محسوس ہوا، پہلے مفتی زرولی خان صاحبؒ انتقال فرماگئے، اور اب یہ افسوس ناک اطلاع کہ مولانا ابن الحسن عباسی صاحبؒ بھی نہیں رہے۔ مولانا ابن الحسن عباسی صاحب کی موت کی خبر نے چونکا کر رکھ دیا، ان کی تحریروں اور منفرد اسلوب وانداز میں لکھی جانے والی کتابوں نے ہمیں ان کی شخصیت کا اسیر اور زبان وقلم کا شیدائی بنادیا تھا، موت ہر انسان کو آنی ہے لیکن بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی موت سے دل غم میں ڈوب جاتا ہے اور متاعِ گراں مایہ کے ہاتھ سے چھوٹ جانے کی وجہ سے بے پناہ رنج والم بھی ہوتا ہے۔ مولانا عباسیؒ انھیں چند شخصیات میں سے ایک تھے۔

حضرت مولانا ابن الحسن عباسیؒ مجھ جیسے ان گنت طالبان علوم کی محبوب شخصیت رہے، انھوں نے اپنے منفرد اسلوب اور انوکھے اندازِ تحریر سے نہ صرف ایک عالم کو حیران کیا بلکہ اپنی الفت ومحبت میں گرفتار بھی کرلیا۔ مولانا ابن الحسن عباسی صاحبؒ سے کتابی اور ادبی اعتبار سے جو تعلق رہا اور دور رہ کر بھی ان کی تحریروں سے جو استفادہ ہوتا رہا، اس کی ایک مختصر روداد پیشِ خدمت ہے۔ مولانا سے شناسائی ان کی پہلی کتاب ''التجائے مسافر'' سے ہوئی پھر اس شناسائی کے بعد ان کے اسلوبِ نگارش نے ایسے متاثر کیا کہ آج بھی ان کی کتابیں اور تحریریں جہاں ذوقِ ادب میں نئی حلاوت وچاشنی پیدا کرتی ہیں وہیں علم وتحقیق کے نادر ونایاب موتیوں سے فیض یاب کرتی ہیں۔ غالباً عربی اول میں حضرت الاستاذ مولانا سید احمد ومیض ندوی (استاد حدیث دارالعلوم حیدرآباد) کے پاس ایک مولانا آئے، اور چند نئی کتابیں پیش کیں، جن میں ایک خوبصورت ٹائٹل سے سجی کتاب

* مدیر ماہنامہ ''الاصلاح'' کریم نگر

''التجائے مسافر'' بھی تھی، اسی وقت کتاب کے انوکھے نام، دلکش سرورق اور اندرون کے قیمتی مضامین نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ پہلی بار جب دیوبند سے کتابیں منگوانے کا موقع ملا تو اس کتاب کو بھی بڑے شوق کے ساتھ منگوایا۔ اس پہلی کتاب نے مولانا عباسی صاحبؒ کے قلم اور اسلوب کا فریفتہ بنا دیا، اس کے بعد آپ کی دیگر کتابوں کی تلاش اور اس کے حصول کی فکر سوار ہوگئی، چناں چہ بہت معلوم کرنے پر ایک کتاب ''دینی مدارس: ماضی، حال، مستقبل'' ہاتھ کو لگی۔ درسی اعتبار سے مجھے مقاماتِ حریری پڑھنے کا موقع نہیں ملا، لیکن جب دارالعلوم دیوبند میں داخلہ امتحان دینے کا موقع آیا اور کتاب ''مقاماتِ حریری'' کی تیاری کرنا تھا، تو اُس کے لئے مولانا عباسی صاحبؒ کی مقاماتِ حریری کی بے نظیر شرح ''درسِ مقامات'' سے تیاری کی سعادت ملی، مولانا عباسی صاحبؒ چوں کہ خود ایک باذوق ادیب تھے، آپ نے اپنے خوبصورت ادب سے اس شرح کو مزین فرمایا

اس کے بعد مولانا کی کتابوں کی تلاش وجستجو بڑھ گئی، اسی دوران آپ کی کتاب ''کتابوں کی درسگاہ میں'' ملی اپنے منفرد نام کے ساتھ اس کتاب نے بھی بہت جلد علم وادب میں غیر معمولی پذیرائی حاصل کی اور طالبان علوم کے لئے سرمہ بصیرت بن گئی، کتاب کا نام بھی دلوں کو اپنی طرف کھینچنے والا ہے، اس میں درج عناوین اور منتخب واقعات اس کی افادیت کو مزید بڑھا دیتے ہیں، بلکہ بہت سوں کو ایک سلیقہ اور انداز ملا کہ مضمون کا عنوان کس طرح رکھا جاسکتا ہے، فکر ونظر میں وسعت اور افکار وخیالات میں جدت بھی آپ کی کتابوں اور بالخصوص اس کتاب سے بہت سوں کو ملی۔ اس کے بعد آپ کی مقبولِ زمانہ تصنیف ''متاعِ وقت اور کاروانِ علم'' سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ متاعِ وقت کاروانِ علم اپنے موضوع پر جامع، خوبصورت اور بے مثال ہے اور اردو ادب کا شاہ کار ہے۔ تاریخ اسلام کی عظیم شخصیات کا تعارف اور وقت کے تئیں ان کی فکر مندی کو جس البیلے انداز میں آپ نے مرتب کیا ہے وہ آپ کا منفرد کمال ہے۔ کتاب پر بہت سے اکابر علماء کے تاثرات موجود ہیں جن میں حضرت مفتی رفیع عثمانی صاحب مدظلہ اپنے تاثرات میں رقم طراز ہیں کہ: ''۔۔۔تقریظ کا اصرار بڑھا تو بین بین یہ صورت ذہن میں آئی کہ جستہ جستہ چند صفحے دیکھ کر صرف ان کے بارے رائے لکھ دی جائے، لیکن یہ ابتدائی صفحے ہی ''وقت لیوا'' ثابت ہوئے۔ ہر مضمون کے بعد والا مضمون اپنی طرف کھینچتا چلا گیا، اور جب کتاب ختم ہوئی تو محسوس ہوا کہ اس نے وقت لیا کم اور زیادہ ہے، کیوں کہ اس کتاب نے مجھے اپنے صبح سے رات تک کے مشاغل کا احتساب کرنے پر بار بار مجبور کیا۔'' کتاب نے اپنی مقبولیت کا ریکارڈ قائم کیا اور ہر طالب کے لئے یہ کتاب متاع گراں مایہ ثابت ہوئی اور ان شاء اللہ ہوتی رہے گی۔

مولانا ابن الحسن عباسی صاحبؒ کی ایک اور قیمتی کتاب ''کرنیں'' ہے، جو آپ کے بیش قیمت مضامین کا

خوبصورت گلدستہ ہے۔اس کتاب میں اردو کے ممتاز ادیب مشفق خواجہ صاحب اپنے تاثرات میں تحریر فرماتے ہیں: ''۔۔۔۔اس مایوس کن صورتِ حال میں جو دو چار کالم نگار دونوں ہاتھوں سے اپنی دستار تھامے ہوئے کسی اعلی مقصد کے تحت قرطاس وقلم سے اپنا تعلق قائم رکھے ہوئے ہیں، اُن میں مولانا ابن الحسن عباسی کا نام بھی شامل ہے۔۔اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مولانا جو پیرایۂ اظہار اختیار کرتے ہیں، وہ اردو صحافت میں ایک بالکل منفرد اسلوب رکھتا ہے۔ایسی سدا بہار ادبیت اخبارات کے صفحوں پر کبھی کبھار نظر آتی ہے۔''

انوکھے نام کے ساتھ''داستاں کہتے کہتے'' مولانا کی چند ماہ پہلے ہی منظر عام پر آنے والی کتاب ہے۔ مولانا کی خوبی اور امتیاز تھا کہ آپ کتاب کا نام بھی دلچسپ منتخب فرماتے، کتاب کے عناوین بھی دلفریب ہوتے اور تحریر تو اپنی جگہ تمام تر علمیت وادبیت کے ساتھ آراستہ ہوتی۔آپ کی زندگی کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ اپنی وفات سے چند ماہ قبل مشاہیر اہل علم کی مطالعاتی زندگی کو جمع فرمایا اور ماہ نامہ ''النخیل'' کراچی کا یادگار نمبر''یادگارِ زمانہ شخصیات کا احوالِ مطالعہ'' کے عنوان سے عالمِ اسلام کی تقریباً ۸۰ شخصیات کی تحریروں کو شامل کرکے شائع فرمایا۔ بھارت میں اس کتاب کے طبع ہونے کے بعد ۱۹ اکٹوبر ۲۰۲۰ء کو بندہ نے یہ کتاب حاصل کی، اس کتاب کے ملنے پر ایک تاثراتی تحریر راقم نے لکھی تھی جس میں اس بات کا اظہار کیا گیا تھا کہ''میرے نزدیک اس کتاب کو حاصل کرنے کی جستجو اور فکر وشوق میں مولانا ابن الحسن عباسی صاحب کا نام اہم رہا ہے، کیوں کہ جب انھوں نے اس کو اپنی فکروں کا مرکز بنایا ہے تو لازمی طور پر اس کی اپنی خصوصیت وانفرادیت ضرور ہوگی۔'' کسے معلوم تھا کہ اس عظیم وتاریخی دستاویز کو بڑی محنت وعرق ریزی کے بعد منظر عام پر لانے والی عظیم شخصیت ہمارے درمیان سے یکا یک رخصت ہوجائے گی۔آپ کی تحریروں سے دلچسپی کے بعد آپ کو دیکھنے کی بہت خواہش رہی، یہاں تک کہ پہلی مرتبہ مولانا الیاس گھمن صاحب کے ایک پروگرام میں آپ کا ویڈیو بیان دیکھا، بے پناہ خوشی ہوئی، دل کی حسرت پوری ہونے پر جذبۂ دل کا عالم دیگر تھا۔یہاں تک کہ سوشل میڈیا کے اس دور میں سرحدوں کے فاصلے ختم ہوگئے اور پھر فیس بک پر آپ کی تصویر کے ساتھ اکاونٹ ملا اور پھر وہاں سے مسلسل آپ کی تحریریں، تبصرے، تذکرے پڑھنے کو ملتے رہے۔جب حال ہی میں انتقال کی خبر ملی تو واقعہ کی تحقیق کے لئے آپ کے اکاونٹ کو دیکھا تاکہ اس کی تصدیق ہو، جب مسلسل یہ خبر گشت کرنے لگی تو دل بڑا اداس اور غمگین ہوا کہ جس شخصیت کے علم وادب سے ابھی دنیا کو بہت کچھ فیض پانا تھا وہ آناً فاناً رخصت ہوگئی۔ ؎

مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ تجھے

(بقیہ صفحہ ۳۳ پر)

احکام وآداب

# ویسٹیج کمپنی کا کاروبار ـــــ حلال یا حرام

اس وقت ویسٹیج (Vestige) نامی نیٹ ورک مارکٹنگ کا لوگوں میں بڑا چرچا ہے، کئی سالوں سے یہ کمپنی ملٹی لیول تجارتی میدان میں کام کررہی ہے، عوام کثیر تعداد میں اس پر اعتماد کرکے اس سے جڑ کر پیسے کمارہی ہے غیر مسلموں کی طرح مسلمانوں کی بھی بڑی تعداد اس سے جڑ کر اپنی معاشی حالت بہتر بنانے میں مصروف ہے بلکہ بعض مسلمانوں کا کہنا ہے اس بزنس سے منسلک ہوکر ہم اپنے اہل خانہ کی کفالت بہتر انداز میں کررہے ہیں۔

اسلام ہمیں تجارت کرنے سے نہیں روکتا، اور نہ اپنی معاشی حالت بہتر بنانے اور اہل خانہ کی بہتر طور پر کفالت کرنے سے روکتا ہے؛ بلکہ اس کی ترکیب دیتا ہے، تاہم اسلام نے ہمیں فطری نظام زندگی دیا ہے جس میں اللہ اور اس کے رسول نے تجارت کے صاف ستھرے اصول بتلائے ہیں۔ یقینا اسلام کے پاکیزہ تجارتی اصول میں ہی زندگی کی حقیقی سعادت، فرد و جماعت کی اصل کامیابی اور دنیا کے ساتھ آخرت کی بھی بھلائی ہے۔ اسلام ہمیں کسب معاش کے لئے محنت پر ابھارتا ہے، اسے شرف اور فضیلت کا مقام دیتا ہے، محنت بھی جائز طریقے سے کرنی ہوگی تبھی روزی پاکیزہ اور حلال ہوگی ورنہ ناجائز طریقے سے انتھک محنت کرکے حاصل کی گئی روزی حرام ہوگی۔

ویسٹیج کا جتنا شہرہ ہے اس کے بارے میں لوگوں میں اور انٹرنیٹ پہ اتنی ہی باتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ میں نے اس کمپنی کے اصول و مقاصد کو جاننے کی کوشش کی اور اس کے طریقہ کار کا جائزہ لیا تو وہی کچھ خامیاں جو ملٹی لیول کمپنیوں میں پائی جاتی ہیں، اس میں بھی ہیں کیونکہ یہ بھی ممبر سازی والی کمپنی ہے اور ظاہر سی بات ہے کہ ممبر سازی کے جو بنیادی اصول ہیں وہ ہر ایسی کمپنی میں پائے جائیں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کمپنی کے پاس اپنے کچھ پراڈکٹس ہیں جن کے سہارے یہ کمپنی چلائی جارہی ہے۔ دعویٰ کرنے والے ممبران نے کچھ سو کی تعداد تو کچھ دو سو کی تعداد تک بتلائی ہے۔ لوگوں کو نظر بھی آتا ہے کہ یہ کمپنی اپنے پراڈکٹس کی تجارت کررہی ہے۔ اس کمپنی سے جڑتے وقت کوئی فیس وصول نہیں کی جاتی، بغیر فیس کے اور بغیر کوئی شرط لگائے ممبر کا اکاؤنٹ کھول دیا جاتا ہے۔ اب یہ ممبر ویسٹیج سے تجارت کرکے پیسہ کمانا چاہتا

ہے۔ویسٹیج سے جڑ کر مال کمانے کے دوطریقے اہم ہیں۔

☆ پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ جب وہ اس کمپنی کا ممبر بنا ہے تو ظاہر سی بات ہے وہ یا تو سامان خرید کرے گا یا ممبر سازی کرے گا۔گوکہ یہ اختیاری ہے مگر اور کوئی آپشن بھی نہیں ہے۔سامان خریدنے پہ کچھ چھوٹ ملتی ہے اور کچھ بونس پوائنٹ ملتے ہیں۔پھر اس خریدے گئے سامان کو یا تو خود استعمال کرتا ہے یا مارکیٹ میں بیچ کر کچھ نفع کمانا چاہتا ہے۔

☆ دوسرا سب سے بڑا منافع کمانے کا طریقہ ممبر سازی کرنا یعنی وہ لوگوں میں اس کمپنی اور اس کی تجارت کی تشہیر کر کے انہیں اس سے جوڑے۔کسی نے مثلاً چھ آدمی جوڑے تو ان چھ آدمی کی کمپنی سے خرید پر منافع کا کچھ کمیشن جوڑنے والے کو ملے گا۔یہ چھ اشخاص پھر اپنے ساتھ چھ چھ آدمی کو جوڑتے ہیں تو ان سب کی خرید کے منافع کا کمیشن پہلے شخص کو بھی ملے گا۔اس طرح جس قدر لیول بنتے جائیں گے سارے لیول کے منافع کا کمیشن اول شخص کو بھی ہمیشہ آتا رہے گا حتی کہ وہ مرجائے تب بھی۔

اس مارکیٹ میں امیر بننے اور اچانک غریبی دور کرنے کا جو نیا نیا فارمولہ لوگوں کو بتایا جاتا ہے اس جھانسے میں آکر لوگ اس کے ممبر بن جاتے ہیں اور ایک دفعہ ممبر بننے کے بعد یا تو وہ کمپنی کا پراڈکٹ خریدے گا،سامان نہیں خریدنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ممبر بنا ہی جاتا ہے سامان خریدنے کے لئے ورنہ تجارت کس کام کی۔ مارکیٹ ریٹ سے کئی گنا مہنگے سامان خریدنے سے ممبر کو فائدہ نہیں بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے مگر یہ نقصان دراصل امیر بننے کے لالچ میں برداشت کیا جاتا ہے اور اس بات کو عام لوگوں پر مخفی رکھا جاتا ہے۔جن اشیاء کی ضرورت نہیں،وہ بھی مہنگے داموں پر کمپنی سے خرید کر ممبر اپنا پوائنٹ بڑھانا چاہتا ہے۔یہاں ایک ممبر،ممبر نہیں رہ جاتا،انوسٹر بن جاتا ہے پھر بھی کمپنی کی نظر میں کسٹمر ہی کہلاتا ہے۔اشیاء کی خرید وفروخت سے حاصل شدہ پوائنٹ،کمیشن اور چھوٹ معمولی ہوتی ہے اصل منافع تو ممبر سازی میں ہے۔ایک بار چند ممبر بنا لئے پھر گھر بیٹھے بلا محنت منافع آتا رہتا ہے۔

ویسٹیج سے مسلمان بھی بڑی تعداد میں جڑے ہیں،ان کے جڑنے کی وجہ یہ خوش فہمیاں ہیں کہ مرکزی جمعیت علمائے ہند اور دبئی حلال مراکز نے اس کمپنی کی تصدیق کی ہے یعنی یہ کمپنی حلال سرٹیفائیڈ ہے۔یہ بھی کہنا ہے کہ بہت سارے مسلمان اس سے جڑے ہوئے ہیں اور آج تک مسلمان علماء کی طرف سے اس کی مخالفت نہیں ہوئی ہے۔خوش فہمیوں میں مزید اضافہ کرنے والا دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا فتویٰ ہے جس میں اس بزنس کو حلال اور اس سے مسلمانوں کے جڑنے کو جائز کہا گیا ہے۔

میں ان مسلمان بھائیوں کو بتلانا چاہتا ہوں کہ وَیسٹیج کے تعلق سے اپنی خوش فہمی ختم کریں اور حلال طریقے سے روزی کمائیں، اللہ نے زمین بہت کشادہ بنائی ہے، اس روئے زمین پر روزی کمانے کے لاکھوں جائز ذرائع آمدنی ہیں۔

مسلمانوں کی خوش فہمیوں سے متعلق پہلی بات یہ ہے کہ مرکزی جمعیت علمائے ہند اور دبئی حلال مراکز نے وَیسٹیج کے پراڈکٹس کو حلال کہا ہے، یہ نہیں کہا ہے کہ پراڈکٹس بیچنے کا طریقہ بھی حلال ہے۔ اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے اور جہاں تک ندوہ کے فتوی کی بات ہے تو سائل نے فتوی میں چالاکی سے سوال کیا ہے، کمپنی کی حقیقی صورت حال کا ذکر نہیں کیا ہے اور مفتی صاحبان نے بھی تحقیق کر کے جواب دینے کی بجائے عجلت سے کام لیا ہے۔ بہرکیف ! تازہ اطلاع کے مطابق ندوہ نے سابقہ فتوی سے رجوع کر لیا ہے اور بعد میں اس کمپنی سے پرہیز کرنے کی صلاح دی ہے۔ دارالعلوم دیوبند نے بھی وَیسٹیج سے جڑ کر ممبر سازی کے ذریعہ منافع کمانے کو جائز نہیں کہا ہے۔

آیئے میں آپ کو وَیسٹیج سے جڑنے کی شرعی حیثیت بتاؤں، اگر آپ اس کمپنی کا ممبر بن کر صرف سامان کی خرید و فروخت تک اپنے آپ کو محدود رکھتے ہیں اور کسی قسم کی غلط تشہیر میں حصہ نہیں لیتے ہیں تو یہاں تک معاملہ درست ہے مگر کوئی بھی ممبر ملٹی لیول کمپنی میں ممبر سازی سے باز نہیں رہ سکتا، آخر اسی میں امیر بننے کا نسخہ ہے اور اس بات کے جھانسے میں آ کر کمپنی میں شمولیت اختیار کیا گیا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی ممبر اس کمپنی کے سستے اور بلا کام والا سامان مہنگے داموں میں خرید کرتا رہے جبکہ بازار میں اس سے کئی گنا سستا سامان موجود ہے؟

ممبر سازی کے ذریعہ پیسہ کمانا پہلے لیول تک تو جائز ہے جن کو خود سے بلا واسطہ کمپنی کا ممبر بنایا ہے لیکن انہوں نے جن لوگوں کو ممبر بنایا ہے یا ان کے بعد والے جن کو ممبر بنائیں گے ان لوگوں کے منافع سے کمیشن لینا جائز نہیں ہے۔ شریعت کی رو سے منافع کی جائز تین صورتیں بنتی ہیں۔ (1) یا تو ہم نے کاروبار میں رقم لگائی ہو اور محنت بھی کرتے ہوں، یہ شرکت ہے (2) یا صرف رقم لگائی ہو محنت کوئی دوسرا کرے، یہ مضاربت ہے۔ (3) یا بغیر رقم کے محنت کرتے ہوں اسے اجارہ یعنی مزدوری کہتے ہیں۔ ممبر سازی کا تعلق اس تیسری قسم ہے۔ اس لحاظ سے اپنی محنت کی مزدوری صرف پہلے لیول تک ہی جائز ہے اس کے بعد والے مرحلوں کا منافع اور کمیشن لینا ناجائز ہے۔

وَیسٹیج کی مزید چند خامیاں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں تاکہ اس کے نقصانات سے ایک مسلمان باخبر رہے اور خود کو اس کمپنی سے الگ رکھے۔

(1) دنیا بھر کی ملٹی لیول کمپنیاں اپنے سے جوڑنے کے لئے جھوٹے قصے، بناوٹی کہانی اور لفاظی کے ذریعہ لوگوں کو اپنا شکار بناتی ہیں، یہ کمپنیاں اپنے ممبران کو اسکی ہی اصل ٹریننگ دیتی ہیں کہ لوگوں کو کیسے کنونس کرنا ہے اور کس طرح کمپنی جوائن کروانا ہے؟ گاؤں والوں کو کیسے پھنسانا ہے اور شہریوں کو کیسے لبھانا ہے؟ ویسٹیج کی ہزاروں ویڈیوز یوٹیوب پر دستیاب ہیں جہاں لوگوں کو اپنا شکار بنانے کے طرح طرح کے فارمولے بیان کئے گئے ہیں۔ دنیا کی گھٹیا سے گھٹیا تجارتی کمپنی (جوملٹی لیول نہ ہو) اپنا سامان فروخت کرنے کے لئے ایسے حربے نہیں اپناتی۔

(2) یہ صحیح ہے کہ ویسٹیج کے پاس ذاتی پراڈکٹس ہیں بظاہر اسی کی تجارت نظر آتی ہے اور حکومت سے رجسٹرڈ کرانے کے لئے بھی کوئی نہ کوئی ثبوت دینا پڑے گا، یہ پراڈکٹس حکومت کی نظر میں تجارتی ثبوت ہیں تاہم اس کے تمام ممبران کی توجہ کا مرکز اصیل فقط ممبر سازی ہے۔ گویا برائے نام تجارت ہے اس کے پس پردہ لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھایا جارہا ہے۔

(3) کمپنی اور اشیاء کی تشہیر میں جھوٹ، فریب، غلو، ملمع سازی اور انوکھے خواب بیان کئے جاتے ہیں حتی کہ دباؤ تک بنایا جاتا ہے۔ اسلام میں نہ اس طرح کوئی سامان فروخت کرنے کی اجازت ہے اور نہ ہی کسی کمپنی کی اس طرح تشہیر کرنے کی اجازت ہے۔

(4) ممبر سازی کے ذریعہ ایک طرح سے پورے شہر اور ملک کو یرغمال بنانے کی کوشش ہے، اس نیٹ ورک مارکیٹ سے جڑنے والا پھر دوسرے تمام مارکیٹ سے محروم ہوجاتا ہے یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ شہر اور ملک کی تمام تجارت کے لئے نقصان دہ ہے۔

(5) جس طرح آدمی جوا میں پیسہ لگاتا جاتا ہے تاکہ کبھی نہ کبھی اچانک امیر بن جائے گا اسی طرح اس کے ممبران لالچ میں ہر ماہ زیادہ سے زیادہ کمپنی کے پراڈکٹس خریدتے ہیں حالانکہ انہیں ان کی ضرورت نہیں ہوتی ہے محض لالچ اسے یہ سامان خریدواتا ہے۔

(6) اگر کوئی ممبر کمپنی سے آن لائن سامان خریدتا ہے اور اس سامان پر قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کردیتا ہے تو یہ صورت بھی جائز نہیں ہے، اس کو مثال سے ایسے سمجھیں کہ کسی ممبر نے ویسٹیج کا کوئی پراڈکٹ بک کرایا پھر اس سامان پر اپنا قبضہ کرنے سے پہلے ہی کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ دیتا ہے۔

(7) ویسٹیج کے بہت ہی موٹیویشنل مانے جانے والے اسپیکر اجے شرما کا کہنا ہے کہ ایک شخص کی وفات کے بعد بھی اس کی بیوی کو سترہ لاکھ کا چیک ملا کیونکہ اس نے ممبروں کا جال بنایا تھا گویا ممبر سازی کا کمیشن لامحدود

ہے۔ جو مسلمان بھائی یہ کہتے ہیں کہ ہم کو کمپنی صرف آٹھ یا نو لیول تک کمیشن دیتی ہے کیونکہ ہماری محنت ان لیول تک ہی محدود رہتی ہے سراسر جھوٹ ہے۔ بھلا ایک شخص مرنے کے بعد کیا محنت کرتا ہے؟

(8) ممبر سازی کے علاوہ لالچ میں مہنگے سامان کی خرید پہ ممبر جتنا پیسہ سال بھر ضائع کرتا ہے اس سے اپنی کوئی چھوٹی موٹی تجارت شروع کرسکتا ہے۔

(9) جو لوگ سمجھتے ہیں کہ ویسٹیج کے ذریعہ ہم اچانک امیر ہو جائیں گے وہ بڑی بھول میں واقع ہیں اور جھوٹے لوگوں کی جھوٹی تسلی میں پڑے ہوئے ہیں، وہ کم از کم اس کمپنی کے سب سے زیادہ مشہور اور موٹیویشنل مانے جانے والے اسپیکر اجے شرما کے بیانات سن لیں کہ کامیابی کے لئے کس قدر محنت چاہئے؟ جب ویسٹیج کے ذریعہ کمانے کے لئے اس کا ممبر بن کر اپنے پیسے سے آفس کھولنا ہے، اپنے پیسے سے پراڈکٹس خریدنا ہے اور انتھک محنت کرنی ہے تو پھر کیوں نہ ذاتی تجارت کھول لیں یا کسی حلال تجارت کی ایجنسی لے لیں، ممکن ہے آمدنی کم ہو مگر جائز اور حلال تو ہوگی۔

(10) ایک بات اور بتادوں کہ ملٹی لیول کمپنیوں میں کامیابی چند لوگوں کو ملتی ہے، ویسٹیج کے ممبران ستر لاکھ سے زائد ہیں اور اس کمپنی کی ویب سائٹ پہ سولہ لوگوں کی کامیابی کا معمولی ذکر ملے گا، بقیہ انہتر لاکھ ننانوے ہزار نو سو چوراسی کی کامیابی کا کوئی ذکر نہیں ملے گا۔ مہینوں میں لاکھوں اور کروڑوں کمانے والے دو ایک ہوں گے باقی سارے لاکھوں ممبران انوسٹ کر رہے ہیں اور کڑی محنت کر رہے ہیں مگر وہ کامیابی ان کے حصے میں نہیں ہے۔ یہ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ہے جو سرمایہ دارانہ نظام میں پائی جاتی تھی پھر اشتراکیت نے مساوات کا نعرہ لگایا اور وہ بھی اپنی موت آپ مرگئی۔ اسلامی نظام معیشت کی خوبی ہے کہ اس میں سرمایہ دارانہ نظام کی طرح نہ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ہے اور نہ ہی اشتراکیت کی طرح مساوات کا ناقابل قبول دعویٰ بلکہ اسلام ان دونوں کے بیچ لوگوں کے درمیان عدل کے ساتھ اعتدال وتوازن قائم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ (الحشر:7) تاکہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں ہی مال گردش کرتا نہ رہے۔

ان ساری باتوں کے بعد آخری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ویسٹیج سے جڑ کر ممبر سازی کے ذریعہ پیسہ کمانا مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے لہذا ہمیں اس سے نہیں جڑنا چاہئے، ہاں اس کمپنی سے کوئی آدمی حلال فوڈ یا حلال پراڈکٹ خریدتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(بہ شکریہ ماہنامہ ضیائے علم، نومبر و ڈسمبر ۲۰۲۰ء)

فقہ وفتاویٰ

# آپ کے شرعی مسائل

از: مفتی ندیم الدین قاسمی*

## ہاتھ کو چومنے کا حکم

سوال: ہاتھ چومنا کیسا ہے؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں ہاتھ چومنے سے مراد اگر کسی سے مصافحہ کرنے کے بعد اپنا ہاتھ چومنا ہو، تو کسی اور سے مصافحہ کرنے کے بعد اپنے ہاتھ کو چومنا شرعاً مکروہ ہے، اور اگر ہاتھ چومنے سے مراد کسی اور کے ہاتھ چومنا مراد ہے تو کسی مستحقِ تعظیم شخص (جیسے والدین، اساتذہ، مرشد اور دیگر قابلِ احترام لوگوں) کے ہاتھ کو تعظیماً چومنا جائز ہے؛ البتہ دنیوی غرض کے لیے یا بطورِ عبادت کسی کا بھی ہاتھ چومنا جائز نہیں ہے۔

(الفتاوی الھندیہ ۵/ ۳۶۹)

## کیا ایک ہی امام ایک ہی جنازہ دو مرتبہ پڑھا سکتا ہے؟

سوال: کیا ایک ہی امام ایک ہی جنازہ پر دو مرتبہ نماز پڑھا سکتا ہے؟

جواب: نماز جنازہ کا تکرار تو شرعاً مشروع نہیں ہے، اس لیے کسی میت کی دو مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھانا ہی درست نہیں، خواہ ایک امام پڑھائے یا الگ الگ، البتہ اگر پہلا جنازہ ولی کی اجازت کے بغیر پڑھ لیا گیا ہو تو ایسی صورت میں ولی دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھ سکتا ہے؛ لیکن دوسرے جنازہ میں ایسا آدمی شریک نہیں ہوسکتا جو پہلے جنازے میں شریک تھا؛ کیوں کہ پہلی مرتبہ جنازہ پڑھنے سے فرضِ کفایہ ادا ہو گیا، اگر دوسری مرتبہ ادا کرے گا تو وہ نفل واقع ہوگا اور جنازہ میں نفلی طور پر شریک ہونا درست نہیں، الغرض ایک ہی امام ایک جنازہ کی دو مرتبہ نماز نہیں پڑھا سکتا۔ (الفتاوی الھندیہ ۱/ ۱۶۳)۔

## نظرِ بد سے بچانے کے لیے بچوں کو کالا ٹیکا لگانا

سوال: بچوں کو نظرِ بد نہ لگے اس لیے رخسار پر کالا ٹیکا لگانا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں نظرِ بد سے بچانے کے لیے رخسار پر کالا ٹیکا لگانا جائز ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: ۷/ ۲۸۷۰)

---

* استاذ شعبۂ عالمیت ادارہ ہذا

ASHRAFUL JARAID MONTHLY Rs20/-
RNI No: APURD/2007/24089 Postal. No: RD/RNP/HSE/884/20-22
Date of Publication 3rd January-21, date of Posting 5th Jan-21



Printed.Published and Owned by Mohd Abdul Qavi, # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Published from: # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Editor : Mohammed Abdul Qavi. Printed at: Aish Offset Printers, Behind Masjid e Meraj, Sayeedabad, Hyd.